سہ ماہی
پیامِ گنج شکر
ملتان
درسِ قرآن
درسِ حدیث
رجب، شعبان، رمضان ۱۴۴۰ھ
ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ
رضی اللہ عنہا
بابا فرید گنج شکر کی جائے ولادت اور والد گرامی اور
دادا جان کے مزارات کوٹھے والا یا کھتیوال
تحقیقی جائزہ
حقیقت تصوف
باب الافتاء
مدیر اعلیٰ علامہ رشید احمد چشتی

بیاد شیخ الاسلام والمسلمین شیخ الشیوخ العالم خواجہ خواجگان حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
زبدۃ الاولیاء خواجہ بحر و بر

سرپرست اعلیٰ
دیوان عظمت
سید محمد چشتی
خلف الرشید دیوان غلام قطب الدین
سجادہ نشین دربار عالیہ پاکپتن شریف

سہ ماہی
پیام گنج شکر
ملتان

رجب، شعبان، رمضان ۱۴۳۰ھ

سرپرست
میاں پیر
الطاف حسین چشتی
(دبئی)

مدیر اعلیٰ
علامہ پیر آل گنج شکر
رشید احمد چشتی
فاروقی فریدی

مدیر
میاں عبد السلام قریشی

مجلس ادارت

صاحبزادہ سید ظفر علی شاہ صاحب
شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ لودھراں
پیر اشفاق احمد چشتی فاروقی پرنسپل (ر)
پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف سیالوی
بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی
مفتی محمد حفیظ اللہ نقشبندی جامعہ خیر المعاد ملتان
پیر سید فیض عباس شاہ بخاری ٹھٹھہ صادق آباد
ڈاکٹر محمد حسین آزاد سیکرٹری ایجوکیشن بورڈ ملتان
پروفیسر محمد اللہ یار فریدی پرنسپل (ر) ملتان
پروفیسر محمد یعقوب رضوی
پرنسپل لارنس ماڈل کالج ملتان
مولانا نور احمد ریاض سیالوی ملتان
صلاح الدین سعیدی لاہور
مولانا محمد عبد اللطیف نقشبندی ملتان

مجلس مشاورت

ڈاکٹر نذیر احمد چشتی، حاجی بشیر احمد چشتی
پیر اعجاز احمد چشتی فاروقی فریدی، پیر سعید احمد چشتی پاکپتن شریف
میاں فیض مصطفےٰ چشتی، میاں محمد اجمل چشتی
میاں محمد احسن چشتی، میاں حسنین احمد چشتی
میاں فرید الدین چشتی، میاں معین الدین چشتی
میاں شاہد مصطفےٰ چشتی، میاں حافظ محمد قطب الدین چشتی
محمد جمال چشتی، محمد واصل چشتی، علی ناصر چشتی

قانونی مشیر

پیر مسعود الحسن چشتی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ اسلام آباد
پیر میاں ریاض احمد چشتی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان

سرکولیشن منیجر

ریاض احمد چشتی

ہدیہ _/20 روپے

صفدر صابر پرنٹنگ اینڈ کمپوزنگ پوائنٹ نزد ڈگری کالج ملتان روڈ کبیر والا 0300-7892820 0344-7340410

پتہ خط و کتابت 18 سی گنج شکر ہاؤس شاہ رکن عالم کالونی ملتان 0300-6335063

حمد باری تعالیٰ ۔۔۔۔۔۔ ۳

نعت شریف ۔۔۔۔۔۔ ۴

درسِ قرآن ۔۔۔۔۔۔ علامہ رشید احمد چشتی ۔۔۔۔۔۔ ۵

درسِ حدیث ۔۔۔۔۔۔ علامہ رشید احمد چشتی ۔۔۔۔۔۔ ۷

پیامِ گنج شکر ۔۔۔۔۔۔ ۹

کلام گنج شکر ۔۔۔۔۔۔ ۱۰

بابِ الافتاء ۔۔۔۔۔۔ مفتی محمد حفیظ اللہ نقشبندی ۔۔۔۔۔۔ ۱۱

معراج ۔۔۔۔۔۔ ۱۲

تصوف ۔۔۔۔۔۔ ۱۷

حقیقت تصوف ۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر محمد شریف سیالوی ۔۔۔۔۔۔ ۲۳

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ ۔۔۔۔۔۔ ۳۰

خواجہ محمد شریف منیر الدین زندنی رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔۔۔ ۳۱

خواجہ سید معین الدین حسن سنجری اجمیری ۔۔۔۔۔۔ ۳۲

عارفِ حق حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی ۔۔۔۔۔۔ مولانا اللہ بخش رضا ۔۔۔۔۔۔ ۳۷

فرید گنج شکر کی جائے ولادت اور والد گرامی اور دادا ۔۔۔۔۔۔

جان کے مزارات کوٹھے والا یا کھیتوال تحقیقی جائزہ ۔۔۔۔۔۔ علامہ رشید احمد چشتی ۔۔۔۔۔۔ ۴۰

ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۔۔۔۔۔۔ سمیہ رشید ۔۔۔۔۔۔ ۴۳

حمد باری تعالیٰ

☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ

اللہ وہی تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جاننے والا ہر چھپی ہوئی اور ہر ظاہر چیز کا

هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

وہی بہت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ وہی تو ہے جس کے سوا معبود نہیں

اَلۡمَلِكُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُهَیۡمِنُ الۡعَزِیۡزُ الۡجَبَّارُ الۡمُتَكَبِّرُ ؕ

سب کا بادشاہ، نہایت مقدس، سلامت رکھنے والا، امان بخشنے، نگہبان، عزت والا ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والا

سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشۡرِكُوۡنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الۡخَالِقُ الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ

متکبر ہے، پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے، وہی اللہ سب کا خالق سب کو پیدا کرنے والا، صورت

بنانے والا۔

الۡحُسۡنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ۝

سارے خوب صورت نام اسی کے ہیں اس کی تسبیح کر رہے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہی عزت والا

حکمت والا ہے۔

(سورۃ الحشر، القرآن)

نعت شریف

☆☆☆

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنانے والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر و ناظر خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا

اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا چراغ

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو کہ آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، خوش خبری دیتا ہوا اور ڈر سناتا ہوا

لیکن بہت لوگ نہیں جانتے اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر سارے جہان کی رحمت بنا کر۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ ۚ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والو ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

درسِ قرآن

آلِ گنج شکر رشید احمد چشتی فاروقی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝

اور حکم فرمایا آپ کے رب نے کہ نہ عبادت کرو بجز اس کے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر بڑھاپے کو پہنچ جائیں تیری زندگی میں ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں تو انہیں اُف تک مت کہو اور انہیں مت جھڑکو اور جب ان سے بات کرو تو بڑی تعظیم سے بات کرو اور جھکا دو ان کے لیے تواضع وانکسار کے پر رحمت (محبت) سے اور عرض کرو اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بڑی (محبت و پیار سے) مجھے پالا تھا جب میں بچہ تھا۔

ان چند آیات میں اسلامی تہذیب و تمدن کے بنیادی اصول و حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ جس سے اقوام عالم میں اسلامی تہذیب کے نقوش ابھر کر سامنے آجاتے ہیں آج کے ترقی یافتہ اور مادیت کے دور میں جتنے بوڑھے والدین مظلوم ہیں ایسا کوئی دوسرا طبقہ نہیں۔ مادہ پرستی میں سبقت لے جانے والے ممالک میں ان کی کسمپرسی ختم کرنے کے لیے دارالامان بنائے گئے ہیں جہاں اولاد انہیں دیکھنے بھی نہیں جاتی اس کے ساتھ اسلامی تعلیمات کا آپ موازنہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام کتنا خیر خواہی کا دین ہے۔

لفظ قَضٰی کے بے شمار معانی ہیں جو کہ مختلف مقامات میں استعمال ہوئے ہیں۔

حکم دینا، پیدا کرنا، فارغ ہونا، کسی کام سے فراغت پانا، ارادہ، عہد کے معانی پائے جاتے ہیں۔ مگر یہاں حکم کے معنی میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی عبادت کا حکم دیا اس کے بعد متصل ہی ماں باپ کے نیک سلوک کرنے کا حکم دیا اس مطابقت میں کچھ حکمتیں پنہاں ہیں۔

۱۔ وجودِ انسانی کا حقیقی سبب تخلیق خداوندی ہے اور اس کا ظاہری سبب والدین ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے سبب حقیقی کی تعظیم کا حکم دیا اس کے ساتھ متصل ہی سبب ظاہری کا حکم دیا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ موجد قدیم ہے اور والدین حادث موجد ہیں اس وجہ سے ان کی تعظیم کا حکم دیا۔

۳۔ منعم کا شکر بجالانا ضروری امر ہے بلکہ واجب ہے۔ منعم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور منعم مجازی والدین ہیں اسی خاطر دونوں کی تعظیم کا حکم دیا گیا۔ کیوں کہ مخلوق کے حوالے سے جتنی نعمتیں و احسانات والدین کا اولاد پر ہوتی ہیں وہ کسی کے نہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ احسان کر کے جتلاتا نہیں اسی طرح والدین بھی احسانات کر کے احسان جتلاتے نہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ستار العیوب ہے پردے رکھ رہا ہے اسی طرح والدین بھی اولاد کے پردے رکھتے ہیں۔

الغرض مندرجہ بالا امور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ والدین مظہر صفات خداوندی ہیں ماں باپ کی شفقت ایک فطری امر ہے اسے ہر ضرر سے بچانا ہر خیر پہنچانا ان کا طبعی وصف ہے۔ خود تکالیف برداشت کر لیں گے مگر اولاد کو اس تکلیف سے بچالیں گے۔

جب انسان انتہائی عاجز اور کمزور ہوتا ہے یہاں تک مکھی بھی نہیں اڑا سکتا اپنی بھوک پیاس بھی نہیں بتا سکتا، اپنا دکھ سکھ بیان نہیں کر سکتا، ایسے میں کون ہیں جو ان کی ہر ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھاتے ہیں وہ والدین ہیں اسی لیے وہ خدمت تعظیم کے نہ صرف مستحق ہیں بلکہ حق دار بھی ہیں اسلامی معاشرے کی یہی خوبی ہے کہ اس میں خیر و بھلائی کے امور پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور ایک توازن برقرار رکھا گیا اسی لیے فرمایا کہ: اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ۝ میرے شکر کے ساتھ والدین کا شکریہ ادا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کے حقوق سمجھنے اور نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

درسِ حدیث

آل گنج شکر رشید احمد چشتی فاروقی

عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اخبر کم باکبر الکبائر قلنا بلیٰ یارسول اللہ۔ قال الا شراک باللہ وحقوق الوالدین۔

ترجمہ:۔ حضرت ابی بکرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے صحابہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ارشاد فرمائیے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور اپنے والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔ (صحیح بخاری)

عن عبداللہ بن عمرو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اکبر الکبائر ان یلعن الرجل والدیہ قیل یارسول اللہ وکیف یلعن الرجل والدیہ قال یسب ابا الرجل فلیسب اباہ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجے۔ عرض کی گئی یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ شخص اس کے جواب میں گالی دینے والے کے ماں اور باپ کو گالیاں دیتا ہے۔ (تو گویا اس نے خود اپنے والدین کو گالی دی)

عن ابی ہریرہ جاء رجل الی النبیصلی اللہ علیہ وسلم فقال من احق الناس بحسن صحابتی۔ قال امک. قال ثم من۔ قال ثم امک قال ثم من قال ثم امک قال ثم من قال ثم ابوک۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں۔ پھر اس نے یہی عرض کیا جواب ملا تیری ماں۔ پھر اس نے یہی سوال دہرایا تو ارشاد فرمایا تیری ماں۔ چوتھی بار اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تیرا باپ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابی ربیعہ ساعدی فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا اسی اثناء میں ایک انصاری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ میرے والدین کی وفات کے بعد بھی

کیا مجھ پر ان سے حسن سلوک کرنا ضروری ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں چار باتیں تجھ پر ضروری ہیں۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہنا۔ جو وعدہ انہوں نے کیا تھا پورا کرنا۔ اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا اور ان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا جن سے ان کی وجہ سے رشتہ داری ہو یہ نیکی ایسی ہے جو ان کی وفات کے بعد بھی تم پر لازمی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نیک شخص اپنے ماں باپ کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے اللہ تعالیٰ اس کو ہر نظر کے بدلے حج مبرور عطا فرماتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا خواہ وہ ہر روز سو مرتبہ رحمت کی نظر کرے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اللہ بہت بڑا اور پاک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہوتا ہے اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں اور اگر وہ ایک کا اطاعت گزار ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے اور جو شخص شام کے وقت اس حال میں ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوتا ہے تو صبح کے وقت اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں اور اگر وہ ایک کا نافرمان ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کہا خواہ اس کے ماں باپ اس پر ظلم کریں۔ فرمایا اگرچہ اس پر ظلم کریں اگرچہ وہ اس پر وہ ظلم کریں اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں۔

پیام گنج شکر

ارشادات عالیہ شیخ الاسلام والمسلمین شیخ الشیوخ العالم خواجہ بحر و بر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

☆......اپنی ذات سے نکلنا معرفت خدا ہے۔

☆......اپنے نفس کی خواہشات کو پورا مت کرو کیونکہ جتنی تم اس کی تسکین کرو گے یہ اتنا زیادہ مانگے گا۔

☆......جاہل کو زندہ مت سمجھو۔

☆......اس جاہل سے بچو جو جھوٹ سے مشابہ ہو۔

☆......جو چیز لوگ خریدنا نہ چاہیں مت بیچو۔

☆......دنیاوی جاہ و حشم کے پیچھے مت دوڑو۔

☆......ہر شخص کی دعوت مت کھاؤ مگر سب کو کھانا کھلاؤ۔

☆......موت سے کسی مقام پر بھی غافل نہ ہو۔

☆......اندازے سے کوئی بات مت کہو۔

☆......جب کبھی کوئی مصیبت تم پر آئے اس کو شامت اعمال سمجھو۔

☆......گناہ پر مت اتراؤ۔

☆......اپنے دل کو شیطان کا کھلونا مت بناؤ۔

☆......باطن کو ظاہر سے زیادہ سنوارو۔

☆......اپنی نمائش مت کرو۔

☆......کسی اعلیٰ مرتبہ کے لئے خود کو مت گراؤ۔

☆......کمزور اور نو دولتیوں سے کوئی چیز ادھار مت لو۔

☆......بزرگوں کا احترام کرو۔

☆......ہر روز نئی روحانی ترقی کی خواہش کرو۔

☆......جہاں تک ہو سکے عورتوں کو بدکلامی سے روکو۔

کلام گنج شکر

فریدا روٹی میری کاٹھ دی لاون میری بھکھ جنہاں کھادی چوپڑی گھنے سہن دکھ

ترجمہ:۔اے فرید میری روٹی تو لکڑی کی ہے اور سالن میرا بھوک ہے اور جو لوگ چوپڑی روٹی (یعنی دولت کے پیچھے بھاگ رہے ہیں) وہی دکھ سہیں گے۔

فرید اکالے میرے کپڑے تے کالا میڈا ویس گنہی بھریا ہیں پھراں لوگ کہن درویش

ترجمہ:۔اے فرید میرے کپڑے بھی کالے اور میرا دیس چوغہ بھی سیاہ ہے میں تو گناہوں سے بھرا ہوا ہوں لوگ مجھے درویش کہتے ہیں۔

فریدا میں جانا دکھ مجھ کوں دکھ سبھائے جگ اچے چڑھ کے دیکھیا گھر گھر ایہو اگ

ترجمہ:۔اے فرید میں سمجھتا تھا کہ روئے زمین پر صرف میں ہی دکھی ہوں لیکن اب پتہ چلا کہ سب جگ دکھی ہے جب میں نے اونچے ٹیلے پر چڑھ کر دیکھا تو گھر گھر میں دکھ کی آگ جل رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

من نیم واللہ یارا من نیم جان جانم سر سرم تن نیم

نور یا کم آمدہ در دشت خاک کور چشماں راولے روشن نیم

نور نورم نور نورم نور نور جم ام رستم نہ ام بہمن نہ ام

اوست اندر سر من ظاہر شدہ من نیم مسعود اللہ من نیم

باب الافتاء

مفتی محمد حفیظ اللہ نقشبندی

سوال:۔ کیا ہر اچھے کام کی ابتداء بسم اللہ شریف سے کرنا ضروری ہے؟

جواب:۔ یقیناً ہر اچھے کام کی ابتداء بسم اللہ شریف سے کرنا چاہیے کیوں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر اچھا کام جو بسم اللہ کے بغیر شروع ہو وہ بے برکت ہوتا ہے۔

سوال:۔ اگر کوئی شخص ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو وہ کیا کرے؟

جواب:۔ جیسے یاد آجائے تو فوراً بسم اللہ شریف پڑھے۔

سوال:۔ مفتی صاحب! کیا غصہ کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

جواب:۔ طلاق واقع ہو جاتی ہے کیوں کہ عموماً طلاق غصہ میں ہی ہوتی ہے۔

سوال:۔ مفتی صاحب! اگر ایک شخص نماز فجر کے فرض پڑھ رہا تھا بھول کر دوسری رکعت میں قعدہ بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو گیا تو وہ کیا کرے؟

جواب:۔ رکوع میں تھا کہ یاد آ گیا تو فوراً واپس لوٹ آئے اور سجدہ سہو کر کے نماز پوری کر لے اگر رکوع کر کے سجدہ میں تھا کہ یاد آ گیا تو وہ ایک رکعت اور پڑھے اور سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے یہ چار رکعت نفل ہو جائیں گے نمازِ فرض دوبارہ ادا کرے کیوں کہ آخری قعدہ فرض ہے۔

سوال:۔ مفتی صاحب! نماز جمعہ کی رکعتوں کی ترتیب سے آگاہ فرمائیں۔

جواب:۔ نماز جمعہ کی رکعتیں اس طرح ادا کریں۔

پہلے چار رکعت سنت قبل جمعہ۔ دو رکعت فرض جمعہ۔ بعد جمعہ چار رکعت سنت۔ دو رکعت سنت اور دو نفل۔

سوال:۔ قبلہ مفتی صاحب! پہلی قوموں کی تباہی میں کیا کرتوت تھے جن کی وجہ سے قومیں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں؟

جواب:۔ سب سے پہلے شرک ۲۔ انبیاء کرام کی تکذیب ۳۔ آخرت کا انکار ۴۔ کم تولنا ۵۔ کم ناپنا ۶۔ کتب الٰہی کا انکار وغیرہ۔

سوال:۔ مرتے والدین کی قل خوانی جائز ہے یا نا جائز؟

جواب:۔ مرتے والدین کو ایصال ثواب (ثواب پہنچانا) جائز بلکہ ضروری ہے حدیث پاک میں ہے۔

(باقی صفحہ ۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

معراج

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ارشاد فرماتے ہیں کہ معراج تین قسم پر مشتمل ہے:

اسرا معراج اعراج

(اسرا) مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک۔ (معراج) آسمان دنیا سے سدرۃ المنتہیٰ تک۔

(اعراج) سدرہ سے قاب قوسین تک۔

اسی طرح حقیقت محمدی بھی تین قسم پر محیط ہے۔

اول: صفت بشری۔ دوئم۔ صفت نوری۔ سوئم: صفت حقی۔

صفت بشری کو معراج اس کے تقاضے کے مطابق کرائی گئی حسن خوباں کا دیدار صفت بشری کے روپ میں انبیاء مرسلین کو دیا گیا۔

دوسرا مرحلہ صفت نوری کا اظہار تھا جس میں دوبارہ ملائکہ کے ساتھ انبیاء کو شریک کیا گیا تا کہ محبوب کا حسنِ نوری بھی دیکھ سکیں ہر آسمان پر استقبال کے لیے انہیں متعین کیا گیا تا کہ وہ حجاب بشریت کے سوا دیدار سے شرف یاب ہوں۔

تیسرا مرحلہ صفت حقی کا ظہور ہے۔ یعنی حقیقت محمدی کا بلا حجاب مشاہدہ کرنا وہ کسی کے بس میں نہ تھا سوائے خالق حقیقی کے جس کے حسن کا یہ ظہور تھا اسی لیے زمان و مکان کے قیود سے مبراء مقام قاب قوسین پر جلوہ گر کر دیا گیا تا کہ محب اور محبوب بلا حجاب محو گفتگو ہوں محبوب صفات الٰہیہ میں غوطہ زن ہو کر متصف صفات الٰہیہ ہو کر ظہور کامل فرمائیں۔

ویسے تو تقریباً سارے انبیاء کرام معراج میں ہمکلامی خالق سے متصف ہوئے حسب مراتب معراج بھی ہوئے اور قرب خداوندی سے فیض یاب بھی مگر ایسا معراج جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا اس کائنات ہستی میں کسی کو نصیب نہ ہوا قرب خداوندی بھی ایسا کہ تمام فاصلے ختم ہو گئے۔

اس معراج کی حکمتیں انبیاء کی معراج کی حکمتوں سے مختلف ہیں سرور عالم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت بے حد فکر رہتی تھی جس کی بناء پر سرکار شب بھر فکر امت میں بیدار رہتے قیامت کے ہولناک مناظر آپ کو بے تاب رکھتے۔ ساری ساری رات قیام و سجود میں گزرتے یہاں تک کہ پاؤں مبارک سوج جایا کرتے پھر بھی چین نہ آتا قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر تسلی اور مغفرت کا مژدہ جانفزا سنایا گیا تاہم آپ کو فکر امت دامن گیر رہتی بنابریں مشاہدۂ محشر و شفاعت اور مقام محمود کے لیے بلایا گیا تا کہ محبوبؐ کو مشاہدہ سے تسلی کرائی جائے نیز وہ ملائکہ جو کل تخلیق آدم پر معترض تھے انہیں مقام رسول سے آشنا کرا کے آپ کی عظمت کا چار دانگ عالم ڈنکا بجایا جائے کہ تمام عالم حسن یار میں محو ہو کر تخلیق خلیفۃ اللہ کے مفہوم کو سمجھ پائیں نیز اظہار عظمت و شوکت بھی مقصود تھا۔

سوال یہ ہے کہ رات کے نہایت ہی قلیل حصہ میں اس قدر طویل سفر کیونکر ممکن ہوا بات تو لفظ سبحان میں واضح کر دی گئی کہ کائنات کے خالق کے لیے کوئی بھی شئے ناممکن نہیں جو لفظ کن سے اتنی وسیع کائنات بنانے پر قادر ہے تو کیا اس کے فاصلے سمیٹنے پر قادر نہیں تاہم دلائل کی کمی نہیں۔

ہجرت موسیٰ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا دریائے نیل سے تابوت حضرت یوسف علیہ السلام کو نکال کر لے جانا ہے اور ان کے آباؤ اجداد کے ساتھ بیت المقدس دفن کرنا ہے آپ نے دریا نیل کا بند باندھا سینکڑوں فٹ نیچے دفن تابوت کو نکالا جب کہ یہ دس محرم کی رات چاند ابھی افق عالم پر نمودار تھا کہ یہ سارا عمل مکمل ہو گیا اگر آپ بغور مطالعہ کریں تو یہ عمل مہینوں کا ہے جو چند گھڑیوں میں مکمل ہوا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حکم خداوندی سے چاند اور رات کو روک دیا گیا۔ حضرت یوشع میدان اریحا میں قوم عمالقہ سے چھ ماہ سے جہاد میں مصروف تھے جب فتح کے آثار نمودار ہونے لگے وہ جمعہ کا دن تھا جب کہ اس شریعت میں ہفتہ کی رات سے ہفتہ کی شام تک شکار اور جہاد منع تھا اب اس پریشانی کے عالم میں حضرت یوشع نے دعا کی سورج رک گیا جب تک فتح مکمل نہ ہوئی۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے کون آگاہ نہیں جو ایک صدی سوتے رہے گدھے کی ہڈیاں گل سڑ گئیں مگر انگوروں کا نچوڑ ویسے رہا اور آپ کی عمر بھی وہی رکی رہی آپ جب گھر گئے تو آپ کی عمر چالیس تھی اور بیٹا ایک سو دس سال کا تھا۔

اصحاب کہف پر ایک دن گزرا باہر تین سو نو سال گزر گئے تو گویا یہ امر قرآن مجید سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ان امور میں سورج اور چاند، دن اور رات کو روک دیا گیا ہے اسی طرح معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبض کائنات کو روک دیا گیا اور چشم زدن میں معراج ہو گیا۔

کچھ لوگ جسمانی معراج کے منکر ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ معراج جسمانی نہیں تو ام ہانیؓ نے لوگوں کو معراج کا واقعہ سنانے سے آپ کو کیوں روکا آپ کے بیان کرنے پر کفار مکہ نے اودھم کیوں مچایا۔ بیت المقدس کے بارے سوالات کیوں کیے راستے میں آنے والے قافلوں کے بارے استفسار کیوں ہوا؟ یہ امور اس بات کے متقاضی ہیں کہ آپ کا معراج روحانی یا منامی نہ تھا بلکہ جسمانی تھا جس کی تصدیق پر حضرت ابوبکر کو صدیق کا خطاب ملا۔

مشاہدات معراج

نیکیوں کا اجر پانے والے :۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا گزر ایک گروہ پر ہوا جو کھیتی باڑی میں مصروف تھے۔ اسی ساعت میں فصل کاٹتے ایک سے سات سو پھل حاصل کرتے پھر فصل ویسے تیار ہو جاتی۔ جبریل سے سرکار نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا جو عبادت خدمت، صدقہ، خیرات یعنی نیک اعمال

اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں۔ (ان کے اعمال ایسے ہو گئے ہوتے رہتے ہیں)

نماز میں سست۔ پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں اور جب وہ کچلے جاتے ہیں تو پھر سابقہ حالت پر ہو جاتے ہیں اور ان کا یہ سلسلہ ترک نہیں ہوتا۔ پھر دیر کے لیے بند نہیں ہوتا۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز میں سستی کرتے ہیں اور اس کو اچھے اوقات میں ادا نہیں کرتے اور رکوع و سجود پورا نہیں کرتے۔

تارک زکوٰۃ۔ پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ ان کی شرم گاہ کے آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں اور وہ جانوروں کی طرح چر رہے ہیں تھوہر اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں۔ جبریل سے پوچھنے پر معلوم ہوا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کیا کرتے اور فقیروں اور مسکینوں پر رحم نہیں کرتے تھے۔

زانی مرد اور عورتیں۔ پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہنڈیا میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے وہ لوگ اس سڑے کچے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبریل نے عرض کیا کہ یا آپ کی امت سے وہ مرد ہیں جن کے پاس حلال اور پاکیزہ بیوی ہو اور پھر غیر عورت کے پاس جائے اور شب باشی کرے اسی طرح وہ عورت ہے جو اپنے حلال اور پاکیزہ خاوند کے ہوتے ہوئے کسی غیر مرد کے پاس جائے اور اس کے ساتھ برائی کرے۔

یتیموں کے حقوق کھانے والے۔ پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح ہیں وہ آگ کی چنگاریاں کھا رہے ہیں اور وہ چنگاریاں ان کے پیٹ کو جلاتی ہوئی نیچے نکل جاتی ہیں اور اسی طرح سلسلہ جاری ہے پرسش پر بتایا گیا کہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔

راہ کے موذی۔ پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو شارع عام سولیوں پر لٹکائے جا رہے ہیں اور سولیاں ایسی گاڑی رکھی ہیں کہ راہ جانے والے کے جسم اور لباس کو نوچ لیتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے عرض کی یہ وہ لوگ ہیں جو راستہ پر بیٹھ کر راہ جانے والوں کو تکلیف دیتے تھے۔

خیانتی۔ پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ بہت سا بوجھ انہوں نے اپنی پیٹھ پر اٹھا رکھا ہے حتیٰ کہ بوجھ کی وجہ سے ہلنے کی طاقت نہیں رکھتے مگر وہ پھر بھی کہہ رہے ہیں کہ اور بوجھ رکھ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل نے بتایا یہ ان لوگوں کی صورت مثال ہے جو امانت میں خیانت کرتے ہیں اور بہت سے اس قدر لوگوں کے حقوق ان کی گردن پر ہیں لیکن وہ حقوق تو ادا نہیں کرتے اور مزید لیتے ہیں۔

خوشامدی۔ پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ ان کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی مقراضوں سے کاٹی جاتی ہیں جب وہ اپنی اصل حالت پر آ جاتی ہیں فرشتے پھر کاٹ لیتے ہیں اور ایک ساعت کی مہلت نہیں دیتے۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کے بارے میں پوچھا۔ حضرت جبریل نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں اور ان کی خوشامد کرتے ہیں اور ان کے جھوٹ اور ان کی بری باتوں پر ہاں سے ہاں ملاتے ہیں اور ان کو ظلم، فسق و فجور سے نہیں روکتے اور انصاف و احسان کا فرمان نہیں سناتے۔

غیبت کرنے والے:۔ ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کو مردار جانور کا گوشت کھلایا جا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو چغل خوری کرتے تھے اور دوسرے بھائی کا گلہ کرتے۔

شراب خور:۔ ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے چہرے کالے اور آنکھیں نیلی تھیں ان کا نچلا ہونٹ سر کے اوپر جاتا تھا دوزخ کی آگ کا زرد پانی آگ کے پیالوں میں پلائے جاتے تھے حتیٰ کہ پیپ اور خون ان کے منہ سے ٹپکتا تھا اور گدھے کی طرح چیختے چلاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی میں شراب پیتے تھے۔

جھوٹے گواہ:۔ ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ ان کی زبانیں گدی سے نکالی گئیں ہیں اور ان کی شکلیں مسخ ہو کر سور جیسی ہوگئی ہیں سر سے پاؤں تک عذاب میں گرفتار ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی دیتے تھے۔

سود خور:۔ ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے پیٹ سوج کر کوٹھے کی طرح ہو گئے تھے اور ان کے چہرے پیلے ہو گئے تھے، طوق ان کی گردنوں میں اور زنجیر ان کے ہاتھوں میں اور بیڑیاں ان کے پاؤں میں پڑی ہوئی ہیں جب چاہتے تھے کہ اٹھ کھڑے ہوں تو پیٹ پھولے کے سبب گر جاتے تھے اوپر اور نیچے عذاب میں مبتلا تھے پوچھنے پر معلوم ہوا یہ سود خور ہیں۔

قاتل ناحق:۔ ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ جن کو فرشتے آگ کی چھریوں سے ذبح کر رہے تھے اور ان کے گلے سے کالا خون بہتا تھا وہ پھر زندہ ہو جاتے تھے تو پھر ذبح کیے جاتے تھے جبریل سے پوچھنے پر معلوم ہوا جو لوگوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔

نافرمان بیویاں:۔ عورتوں کے ایک گروہ پر گزر ہوا کہ ان کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی آگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، فرشتے ان کو آگ کے گرز مارتے ہیں اور گدھوں اور کتوں کی طرح چلاتی ہیں۔ جبریل سے پوچھنے پر معلوم ہوا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کی نافرمان ہیں۔

ماں باپ کے نافرمان:۔ پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو آگ کے جنگل میں قید تھے۔ ان کو آگ جلاتی تھی پھر درست ہو جاتے تھے، اسی وقت پھر ان کو آگ جلا دیتی تھی اور یونہی سلسلہ جاری تھا۔ حضرت جبریل سے پوچھنے پر بتایا

گیا کہ یہ ماں باپ کے نافرمان لوگ ہیں۔

دغا باز منافق:۔ایسے لوگوں پر گزر رہوا جو ہوا میں لٹکے ہوئے تھے اوران کی آنکھ، کان اور ناک سے آگ کے شعلے نکلتے تھے ان میں سے ہر ایک پر دو فرشتے مقرر تھے، جن کے ہاتھوں میں آگ کے گرز تھے، اتنے بڑے گرز تھے کہ ہر گرز کی ستر شاخیں تھیں، ہر ایک شاخ ابو قبیس پہاڑ پر پڑے تو تاب نہ لا کر ریزہ ریزہ ہو جائے، وہ دونوں فرشتے اس گرز سے ان کو سزا دیتے اور تسبیح پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا یہ دغا باز منافق ہیں۔

پھر ایک ایسے گروہ پر گزر رہوا کہ آگ کے طبق ان کے سینوں پر رکھے ہوتے تھے، ان کے منہ کالے، آنکھیں نیلی اور لک کے کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔ فرشتے ان کو آتشی گرز مار رہے ہیں۔ حضرت جبریل سے پوچھنے پر معلوم ہوا یہ مطرب بیہودہ گانے والے ہیں۔

تصوف

روح و جسم کے مجموعہ اور مرکب کا نام خلیفۃ اللہ حضرت انسان ہے۔ جس کی تخلیق دو مختلف عناصر سے کی گئی۔ جاہ جسم کے لیے مادی ضروریات کا حصول ضروری ہے اور بالیدگی اور اصلاح نفس کے لیے ذکر و فکر، عبادات و مجاہدات ضروری ہیں۔

ارتقاء جسم کے لیے مختلف فنون و علوم ایجاد ہوئے، روح اور تہذیب نفس کے لیے علم تصوف جو قرون اولی کے محقق صوفیاء کرام کی عرق ریزی کا نتیجہ ہے وجود میں آیا۔ جس سے روحانی ارتقاء کا تصور ممکن ہوا، مادیت پرست اور اشتراکیت زدہ ذہن آسودگی جسم کے ہر علم کو بغیر بحث و تمحیص قبول کر لیتا ہے۔ چاہے وہ اخلاقیات سے نا آشنا کیوں نہ ہوں۔ مگر آسودگی روح کے اس علم پر یورش اعتراضات کا ایسا تسلسل ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا اس پسماندہ ذہنیت پر حیرت ہے۔

مادیت پرست ذہن کا ارتقائی عمل صرف حصول زر اور آسائش تن تک محدود ہے اور روحانی اقدار سے نا آشنا ہونے کے سبب اس کے خلاف لب کشائی کی جسارت کر رہا ہے اور اس کے برخلاف صوفیائے کرام شب و روز رضائے الٰہی کے حصول کے لیے نفس کشی کے اصول پر کاربند ہیں۔ فرق واضح ہو گیا ایک شکم پروری کے اصول کو اپنا رہا ہے دوسرا اس کی حوصلہ شکنی پر عامل ہے۔ یہی نظریاتی فرق ہے۔

بحیثیت ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ وہ ایک علم خوشنودی الٰہی کا سبب ہے۔ دوسرا علم خوشنودی نفس پر مبنی فیصلہ آپ پر ہے کہ اس میں سے بہتر کون سا علم ہے۔ علم تصوف ایک تحریکی تربیت ہے، تصوف عرفانِ ذات تزکیہ باطن، خشیت ایزدی، معرفت وجود، حصولِ رضاءِ الٰہی، کامل انسان، با کمال زندگی اس کے ثمرات ہیں ۔۔۔۔۔ تزکیہ کے بھٹی عشق احدیت کی آگ تمام زنگار مادی سے پاک اصلاح و احوال، تہذیب نفس اندر کے سوتے انسان کو بیدار کر کے واصل بالحق کر دیتی ہے۔ جس سے حیات ابدی کا حصول سہل ہو جاتا ہے۔ میزانِ تصوف کتاب و سنت اور شریعت مطہرہ ہے۔ جس کی صوفیا متقدمین جو کشور تصوف کے تاج دار اور بحر حقیقت کے غواص ہیں جن کا قول قولِ فیصل اور جن کی بات قطعی آخری ہے۔ کچھ اس طرح تعریف کی ہے۔

ابو عبداللہ سہل بن عبداللہ التستری (المتوفی ۲۷۳ھ) کہتے ہیں:۔

اصول طریقتنا سبعة التمسك بالكتاب والاقتداء بالسنة واكل الحلال وكف الأذى وتجنب لمعاصى والتوبة واداء الحقوق۔

"ہمارے طریقہ کے اصول سات ہیں۔ کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنا، سنت کی پیروی، حلال کھانا، اذیت رسائی سے رکنا، معصیتوں سے اجتناب اور توبہ اور حقوق کی ادائیگی۔"

ابو القاسم ابراہیم بن محمد النصر آبادی (المتوفی ۳۶۷ھ) کہتے ہیں:۔ تصوف کی اصل یہ چیزیں ہیں:

کتاب وسنت کی پابندی، خواہشات وبدعات کا ترک، مشائخ کا احترام، مخلوق کی معذرتوں کو قبول کرنا، اوراد پر مداومت، رخصتوں کے ارتکاب سے پرہیز، تاویلات کوترک کرنا، اس قول میں مشائخ سے مراد وہ لوگ ہیں جو علم وعمل کے لحاظ سے کامل ہوں اور جنہوں نے ان مباحات سے بھی اعراض کیا ہو جوذکر وعبادت میں حائل ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ یقیناً احترام واکرام کے مستحق ہیں۔ اوراد، ورد کی جمع ہے ان سے مراد وہ نفل عبادتیں ہیں جو بندہ اپنے رب کی رضا اور تقرب کے لیے روزانہ کرتا ہے۔ یہ عبادتیں اللہ کے لطف وکرم کو جاری رکھتی اور دلوں کو زندہ کرتی ہیں۔ جبکہ حدیث قدسی میں ہے کہ میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، "رخصتوں" سے یہاں مراد آرام وراحت، تنعم اور لذائذ ہیں۔ "تاویلات" سے مراد یہ ہے کہ کسی شئے کے بارے میں بندہ اپنے نفس میں یہ خیال کرے کہ نہ اسے کرنے میں گناہ ہے اور نہ ترک کرنے میں گناہ وہ یہ نہ سوچے کہ قربِ الٰہی کے حصول میں اس کا فعل یا ترک مفید ہے یا نہیں۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی (المتوفی ۵۹۱ھ) کہتے ہیں:۔

"اجعل الکتاب والنسة امامک وانظر فیھما بتأمل وتدبر واعمل ولا تغتر بالقال والقیل والھوس" "کتاب وسنت کو اپنے سامنے رکھو، تأمل وتدبر کے ساتھ ان دونوں کا مطالعہ کرو اور انہیں دونوں کو اپنا دستور العمل بناؤ اور قال وقیل اور ہوا اور ہوس سے دھوکا نہ کھاؤ"

ابوالعباس احمد بن محمد بن سہل بن عطام (المتوفی ۳۰۹ھ):۔

معقول دلیل کے ساتھ اتباعِ سنت پر زور دیتے ہیں۔

"جو شخص اپنے آپ کو آدابِ شریعت کا پابند کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو نورِ معرفت سے روشن کر دیتا ہے اور حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی متابعت سے اشرف کوئی مقام نہیں ہے۔ متابعت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اوامر، افعال اور اخلاق سب ہیں۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہی جانتے ہیں کہ وہ افضل عمل کون سا ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور وہ اس کے تقرب کا بہترین ذریعہ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بہ نفسِ نفیس اپنے تمام حرکات وسکنات میں اللہ کی مدد سے، افضل ترین اطاعات پر عامل تھے، لہٰذا اس میں جو شخص بھی آپ کی پیروی کرے گا اس کا مقام سب سے بلند ہوگا اور بلند مقامی کی ایک بات یہ ہے کہ وہ اللہ کا محبوب بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ "اے نبی فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں محبوب رکھے گا"۔

ابوبکر الطمستانی (المتوفی ۳۴۰ھ) کہتے ہیں:۔

"الطریق واضح والکتاب والسنة قائم بین اظھرنا وفضل الصحابة معلوم بسقھم

الھجرۃ والجھاد مع النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ولصحبتھم لہ واما نحن فمن صاحب منا الکتاب والسنۃ ای عمل بما فیھا وتغرب ای بعد عن نفسہ وعن الخلق وھاھر بقلبہ الی اللّٰہ تعالیٰ فھو الصادق المصیب دون غیرہ طریق السعادۃ الابدیۃ۔"

"راستہ واضح ہے اور کتاب وسنت ہمارے درمیات موجود ہیں اور صحابہ کا فضل وشرف معلوم ہے اس لیے بھی کہ وہ آپ کی صحبت میں رہے اور اس لیے بھی کہ انہوں نے آپ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور جہاد کیا، رہے ہم لوگ تو ہم میں سے جس نے کتاب وسنت کی صحبت اختیار کی یعنی کتاب وسنت میں جو کچھ ہے اس پر عمل کیا اور جس نے اپنے نفس اور مخلوق کی اطاعت سے منہ موڑا اور اپنے دل سے اللہ کی طرف ہجرت کی وہی سچا ہے اور اس نے ابدی سعادت کا راستہ پالیا ہے۔"

ابواسحاق ابراہیم بن داؤد دورقی (المتوفی ۳۲۶ھ) کہتے ہیں:۔

"محبت الٰہی کی علامت، اس کی اطاعت کو ترجیح دینا اور اس کے نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی پیروی کرنا ہے اس لئے کہ متابعت، محبت کا ثمرہ ہے۔ جو شخص کسی سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اس کی پیروی نہیں کرتا وہ اس کی محبت میں جھوٹا ہے، رقی علیہ الرحمہ نے یہ بھی کہا ہے: ہر انسان کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے پس اگر اس کی ہمت دنیا ہے (یعنی اس کا مطمع نظر دنیا کا حصول ہے) تو اس کی کوئی قیمت نہیں اور اگر اس کی ہمت اللہ تعالیٰ کی رضا ہے تو پھر اس کی قیمت کا ادراک کرنا ممکن نہیں ہے کوئی اسے جان نہیں سکتا۔"

ابوحمزہ بغدادی (المتوفی ۲۸۹ھ) کہتے ہیں:۔

"جو راہِ خدا کا علم رکھتا ہے اس پر اس راہ کی رہروی آسان ہو جاتی ہے اور اللہ تک پہنچانے والے راستے کا راہ نما بجز متابعتِ رسول کوئی اور نہیں ہے۔ متابعت آپ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے احوال، افعال اور اقوال سب میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بن محمد (المتوفی ۲۹۷ھ) کہتے ہیں:۔

"جس شخص نے قرآن وحدیث کے احکام نہیں سمجھے اور ان کا علم حاصل نہیں کیا، تصوف میں اس کی اقتداء نہیں کی جاسکتی کیوں کہ ہمارا یہ علم (تصوف) کتاب وسنت سے مقید ہے اور اجماع وقیاس کا مرجع بھی یہی دونوں ہیں"

السید مصطفےٰ العروسی اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔ حضرت جنید کے قول کا مطلب یہ ہے کہ طالب سلوک کے لیے شرط یہ ہے کہ علماء سے شریعت کے احکام کا علم حاصل کر کے اس پر عمل کرے اس کے بعد اس راہ میں اس کی رہبری درس ہوسکتی ہے اور جو شخص اس کے بغیر اللہ تک پہنچ جانے کا مدعی ہو وہ بدعتی ہے نہ اس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور نہ اس کی کسی بات پر اعتماد صحیح ہوگا۔

ابوالحسین احمد بن ابی الحواری (المتوفی ۲۴۰ھ) کہتے ہیں:۔

"من عمل عملا بلا اتباع سنة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فباطل عملہ۔" "جس کسی نے اتباع سنت کے بغیر کوئی عمل کیا تو اس کا وہ عمل باطل ہوگا۔"

ابو حفص عمر بن مسلمۃ الحداد (المتوفی ۲۶۵ھ) کہتے ہیں:۔

"جو شخص ہر وقت اپنے افعال واقوال واحوال کو کتاب وسنت پر نہیں تولتا اور جو اپنے واردات قلبی میں شک کر کے اسے نہیں جانچتا اسے "مردان حق" کے گروہ میں شمار نہ کرو، مردان حق سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچ کر دکھایا۔" یہ جو بات ابو حفص نے فرمائی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص ایسا نہ ہو وہ اپنے دشمن نفس کے فریب سے بے خوف اور اپنے حال میں مگن ہوتا ہے اور جو شخص ایسے دشمن کی عداوت سے اپنے آپ کو محفوظ و مامون سمجھے جس سے دشمنی کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے بارے میں یہ سمجھ لے کہ کسی کا فریب اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا تو ایسا شخص اللہ کی چال سے اپنے آپ کو بے خوف سمجھ رہا ہے اور قرآن میں ہے کہ "اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔"

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی روشن سنت کا اتباع، عبادات، عادات واخلاق اور اعتقادات سب میں لازم ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ جو کچھ ان کی سنت اور طریقے کے خلاف ہے وہ باطل ہے اور جس شخص نے بھی کوئی نئی بات پیدا کی ہے جس سے سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت ہوتی ہے یا اس میں تغیر پیدا ہوتا ہے خواہ یہ مخالفت اور تبدیلی قول میں ہو، عمل میں یا اعتقاد میں وہ گمراہی ہے اور مردود ہے۔

تصوف کو "احسان" کہنے کی وجہ وہ حدیث ہے، جس میں حضرت جبریل نے صحابہ کرام کے مجمع میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے دین کے بارے میں چند سوالات کیے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جوابات دیے تھے۔ احسان کے بارے میں سوال وجواب کے الفاظ یہ ہیں: "قال فاخبرنی عن الاحسان. قال ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تراہ فانہ یراک" "مجھے احسان کے بارے میں بتایئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ یقیناً تمھیں دیکھ رہا ہے۔"

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ حدیث تصوف کی بہت بڑی اصل ہے اور تصوف کی تمام مستند کتابوں میں اس لیے استدلال کیا گیا ہے۔ تصوف اب ایک مستقل علم کا نام ہے اس لیے اس کی تعریف یہ کی گئی ہے:۔

"التصوف علم تعرف بہ احوال تزکیۃ النفوس وتصفیۃ الاخلاق وتعمیر الظاھر

و الباطن نسيل السعادة الابدية"

"تصوف ایک علم ہے جس سے نفوس کی پاکی، اخلاق کی صفائی اور ظاہر و باطن کی آبادی و آراستگی کے احوال معلوم ہوتے ہیں اور اس کا مقصد ابدی سعادت کا حصول ہے۔"

اب میں تصوف اور صوفی کے بارے میں آئمہ تصوف کے چند اقوال نقل کرتا ہوں

"محمد بن احمد بن یحییٰ کو کہتے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن تمیمی کو کہتے ہوئے سنا کہ ابو محمد جریری سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ تصوف ہر بلند اخلاق میں داخل ہونے اور ہر پست اخلاق سے خارج ہونے کا نام ہے۔ بلند اخلاق جیسے ورع، زہد، توکل، رضا اور تفویض وغیرہ اور پست اخلاق جیسے ریا، عجب، کبر، حسد اور بدگمانی وغیرہ۔"

امام قشیری نے اپنی کتاب کے "باب التصوف" میں خود اپنی سند سے سب سے پہلے یہی قول نقل کیا ہے۔ اس قول کا حصل یہ ہے کہ ہر بلند اخلاق سے آراستگی اور ہر پست اخلاق سے پاکی و صفائی ہی حقیقی تصوف ہے۔ عمرو بن عثمان مکی سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: "تصوف یہ ہے کہ بندہ ہر وقت اس کام میں مشغول ہو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت کے لیے بہتر اور مناسب ترین ہو"

شارحین نے اس جملے کی تشریح میں لکھا ہے کہ صوفی کی شان یہ ہے کہ وہ مختلف اوقات میں اعمال، اخلاق، احوال اور ہر عمل خیر میں سے اسی کو اختیار کرتا ہے جو اس وقت کے لحاظ سے افضل ترین اور اکمل ترین شئے ہو اور جس کے ذریعے زیادہ سے زیادہ اللہ کی رضا حاصل کی جا سکتی ہو۔ اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہوا کہ ہر وقت اس کے عمل کی بنیاد کتاب و سنت کے احکام پر ہوتی ہے۔ کیوں کہ انہیں کے ذریعہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ مختلف اوقات میں کون سی چیز سب سے زیادہ مناسب ہے۔ افسوس کہ اس زمانے کے اکثر صوفیاء نے تصوف کی اس حقیقت کو بالکل پس پشت ڈال دیا ہے۔

حضرت معروف کرخی نے فرمایا ہے کہ:۔ "تصوف یہ ہے کہ آدمی حقائق کو اختیار کرے اور مخلوق کے پاس جو کچھ ہے اس سے مایوس ہو جائے۔"

اس کی تشریح میں شیخ الاسلام زکریا انصاری لکھتے ہیں:۔

"جسے اللہ کی معرفت حاصل ہو اور وہ یہ جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی نافع، ضار اور معطی نہیں ہے، نفع ضرر اور عطاء و بخشش صرف اسی کے دستِ قدرت میں ہے، ایسا شخص یقیناً انہی اعمال کو اختیار کرے گا جو اللہ سے قریب کرنے والے ہیں، اس کی نظر ان چیزوں پر نہ ہوگی جو مخلوق کے قبضہ و تصرف میں ہیں۔ اس کا اعتماد صرف اللہ پر ہوگا

اور کسی پر نہیں۔

حضرت معروف کرخی (المتوفی ۲۰۰ھ/۸۱۶ء) تصوف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''حقائق کو گرفت میں لانا، دقائق پر گفتگو کرنا اور خلائق کے پاس جو کچھ ہے، اس سے ناامید ہونا تصوف ہے''

حضرت ذوالنون مصری (متوفی ۲۴۵ھ۔۸۵۹ء) سے پوچھا گیا کہ صوف کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ''وہ لوگ صوفی ہیں، جنہوں نے تمام کائنات میں سے صرف اللہ تعالیٰ کو پسند کیا۔''

حضرت سہل بن عبداللہ تستری (المتوفی ۲۸۳ھ۔۸۹۶ء) کا ارشاد ہے:۔

''صوفی وہ ہے جس کا دل کدورت سے خالی اور تفکر سے پُر ہو اور قرب خداعزوجل میں بشر سے منقطع ہو، اس کی آنکھوں میں سونا خاک کے برابر ہو۔

حضرت جنید بغدادی (المتوفی ۲۹۷ھ۔۹۱۰ء) کا ارشادِ گرامی ہے:۔

''صوفی وہ ہے جس کا دل دنیا سے متنفر اور فرمانِ الٰہی کو ماننے والا ہو۔ اس میں تسلیم، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح، اندوہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح، فقر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح، صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح، شوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اور اخلاق سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرح ہو۔''

حضرت شیخ کامل شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ:۔ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''عوارف المعارف'' میں ''صوفی کون ہے'' کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ ''شیخ عبدالواحد سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک صوفی کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے نزدیک صوفی وہ لوگ ہیں جو اپنی عقل کے بقدر پیہم سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر قائم ہیں اور اپنے دلوں کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہیں اور اپنے نفوس کی شرارتوں سے بچنے کے لیے اپنے پیشوا اور سردار کا دامن پکڑے ہوئے ہیں۔''

حضرت شیخ سمنون کی فلسفہ آمیز رائے:۔

''تصوف کیا ہے؟ تصوف یہ ہے کہ تو کسی چیز کا مالک نہ بنے اور نہ کوئی چیز تمہاری مالک بنے''

حضرت شیخ ابوعلی رودباری کا محبت بھرا جملہ:۔

''محبوب کے در پر ڈیرے ڈال دینے کا نام تصوف ہے، خواہ وہ دھکے ہی کیوں نہ دے۔''

انہی کا فرمانا ہے:۔ ''خالی ہاتھ دل کی خوشی کا نام تصوف ہے۔''

شیخ ابوالحسن مزین کا فرمانا ہے:۔ ''حق تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا نام تصوف ہے۔''

اس دنیا میں تہذیب وتمدن کے مدوجزر اور سلطنتوں کے عروج وزوال کے ساتھ کتنی شخصیتیں بزم ہستی میں بگولے کی طرح اٹھیں اور آندھی کی طرح چھا گئیں، ماہ وخورشید بن کر آسمان شہرت پر چمکیں اور پھر ہمیشہ کے لیے غروب ہوگئیں، امتدادِ زمانہ کے ساتھ ان کے نقوش پامٹ گئے، ذہن کے کسی خانے میں ان کی یاد محفوظ نہیں، لیکن بایں ہمہ زمانے کی شکست وریخت میں ایسی ہستیاں بھی موجود ہیں جو آسمان عظمت پر شہرت دوام رکھتی ہیں، ایک جہان کا دل ان کی یادوں سے آباد ہے، کائنات کے دل پر ان کی حکومت کا سکہ رواں ہے، صدیاں بیت گئیں، حالات زمانہ کچھ سے کچھ ہوگئے لیکن آج بھی فرطِ عقیدت سے نگاہیں انہیں سلام پیش کرتی ہیں، دل ودماغ ان کے عظیم احسانات، عظمتوں اور رفعتوں کا اعتراف کرتے ہیں یہ وہ پاکیزہ نفوس ہیں جنھوں نے جادۂ حق اور راہِ عشق کی آبلہ پائی کو آرام وآسائش اور راحت کی زندگی پر ترجیح دی، بے نفسی، خدمت خلق حسن اخلاق اور بارگاہِ رب العزت میں کامل سپردگی کے احساس پر ان کے کردار کی تکوین ہوئی۔ راہِ محبت الٰہی کے یہ شہید اپنی فانی زندگی دے کر ابدی سعادتوں کے حصول میں کوشاں رہے۔

تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے کامل پروگرام کے نقیب صوفیاء کرام درحقیقت اصحاب صفہ علیہم الرضوان کی روایات اور مسلک کے عملی ترجمان ہیں۔ مادی دنیا میں جب انسان اس کے ظاہری حسن وجمال میں کھو جاتا ہے اور نفس کے دھوکے کے باعث ذکر الٰہی سے راہِ فرار اختیار کر لیتا ہے، فریب نفس سے گمراہی کی ظلمت شب میں بھٹک جاتا ہے، ایسے میں اسے راہِ راست پر لانے کا کام انتہائی دشوار ہوتا ہے۔

فیضانِ نبوت سے یہ اعزاز اولیاء کرام کو حاصل ہوا ہے، وہ جہاں اپنی ظلمت شب میں معرفت کے دیئے روشن کرتے ہیں وہاں وہ مادی دنیا کے اسیروں کو اس اندھیر نگری سے نکالنے کے لیے رشد وہدایت کی مشعل لے کر آگے بڑھتے ہیں۔ بحر معرفت کے یہ گہر ہائے تابدار اور آسمان معرفت کے یہ روشن ستارے اپنی ضیاء باریوں اور نور افشانیوں سے ہر دور میں عرفان کا اجالا کرتے رہے ہیں۔ اگر بغور دیکھا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ اسلام کی حقیقی خدمت اور دعوت دین کا بنیادی کام انہی لوگوں نے سرانجام دیا۔ ان کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے ہاں قول وفعل میں تضاد نام کی کوئی شے نہیں، وحدتِ فکر وعمل ان کا ہمیشہ شعار رہا، وہ گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی تھے، ان کی زندگی جمود وسکوت سے نہیں

بلکہ مسلسل اور غیر مختتم جہاد سے عبارت تھی۔ ان کی زندگیاں اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ جو بھی بادہ خوار معارف ان کے دربار میں حاضر ہوا وہ مستی کردار سے سرشار ہو کر نکلا۔

ان پاکیزہ نفوس کی سیرت کا مطالعہ اور ان کا تذکرہ بقول "عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ" باعث برکت ہے ان حضرات کے علوم و معارف اور احوال و مقامات ایمان و ایقان میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

علم تصوف کو متعدد نام دیئے گئے ہیں، کسی نے اسے علم باطن کہا، کسی نے اسے علم ذوقی سے تعبیر کیا اور کوئی اسے معرفت سے یاد کرتا ہے۔ یہی حال لفظ صوفی کا ہے کیوں کہ متقدمین کے ہاں "صالح"، "متقی" اور "مقرب" کے الفاظ اسی مفہوم کو ادا کرتے تھے۔ یوں حقیقت "تصوف" اور حقیقت "صوفی" تو پہلے سے موجود تھی البتہ یہ نام اور لقب اور اس علم کی مخصوص اصطلاحات علمی ارتقاء کے ساتھ بعد میں وجود میں آئیں بالکل اسی طرح جیسے دیگر علوم شرعیہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ اور کلام کا معاملہ ہے۔

اس تناظر میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت امام قشیری، حضرت ابو اسحاق کلاباذی اور شیخ شہاب الدین سہروردی رحمھم اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصانیف میں تصوف کی حقیقت و ماہیت پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ "صوفی" نام کی وجہ یہ ہے کہ وہ "صوف" سے ماخوذ ہے کیوں کہ یہ لوگ مقبولان بارگاہ کی صف اول سے ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ صوفی کو یہ نام اصحاب صفہ سے معاملات و احوال کی مشابہت کی وجہ سے دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ "صوفی" دراصل "صفا" سے مشتق ہے۔ اگرچہ ان تمام صورتوں میں "صوفی" نام دینے میں طریقت و معرفت کے کئی اسرار و لطائف کی طرف نشاندہی ہوتی ہے لیکن بتقاضائے لغت یہ بعید معلوم ہوتا ہے البتہ موخر الذکر معنی، لغوی اشتقاق سے مناسب رکھتا ہے۔ "صفا" کی ضد "کدورت" ہے جیسے حدیث میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ذھب صفو الدنیا وبقی کدرھا" اس لحاظ سے صوفیاء کو یہ نام دینے کی وجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے اس لیے کہ انہوں نے اپنے اخلاق و معاملات کے ساتھ طبیعت کو نفس کی آفات سے محفوظ اور دنیوی آلائشوں سے پاک اور صاف کر لیا ہوتا ہے۔

"ان الصفا صفۃ الصدیق ان اردت صوفیا علی التحقیق"

"صفا" کی ایک اصل اور ایک فرع ہے۔ اصل یہ ہے کہ دل اغیار سے کلیۃً منقطع کر لیا جائے اور فرع اس کی بے وفا دنیا سے دل کی علیحدگی ہے اور یہ ہر دو صفت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں پائی جاتی ہیں۔ اس طویل بحث میں جانے کی بجائے صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ تصوف دراصل دین اسلام کے اس پہلو کا نام ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "احسان" کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ احسان سے مراد وہ کیفیت ہے جو معرفت ذات حق کی ضامن ہے۔ عبادات و معاملات اور اخلاق کی روح بھی احسان ہی ہے۔ اخلاص، صبر، توکل اور توبہ جو اہل تصوف

کے نزدیک راہِ سلوک کے احوال و مقامات ہیں ان سب کی اساس احسان ہے۔ انہی صوفیاء کرام کو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وارث انبیاء قرار دیا۔ خود حضور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وظائف نبوت میں سے ہے:

ا۔ تلاوت ۲۔ تزکیہ نفوس ۳۔ تعلیم کتاب ۴۔ تعلیم حکمت

حضرات صوفیاء کرام اسی مشن کے امین ہیں اسی لیے اسلامی تصوف قرآن و سنت پر مبنی ہے ابھی اصحاب صفہ کا تذکرہ ہوا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب صفہ اور صوفیاء کرام کی زندگیوں میں جو مشابہت پائی جاتی ہے اس پر غور کر لیا جائے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں

"صوفیاء کا حال اصحاب صفہ سے بالکل مشابہ رہا ہے کیوں کہ یہ اصحاب بھی اہل صفہ کی طرح باہم مل جل کر رہتے ہیں۔ آپس میں الفت و محبت ہے۔ جس طرح اصحاب صفہ میں تھی، ان کی تعداد تقریباً چار سو افراد تھی۔ مدینہ منورہ میں ان کا نہ کوئی خاندان تھا، نہ کوئی کنبہ، وہ سب کے سب مسجد نبوی کے اس چبوترے پر رہتے تھے جس طرح صوفیاء خانقاہوں اور زاویوں میں رہتے ہیں اصحاب صفہ نہ کھیتی باڑی کرتے تھے نہ ان کے پاس دودھ والے جانور تھے اور نہ ہی وہ تجارت کرتے، وہ دن بھر لکڑیاں اور کھجور کی گٹھلیاں توڑنے میں مشغول ہو جاتے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی غم خواری فرمایا کرتے اور اپنے صحابہ کرام کو بھی ان کی غم خواری پر آمادہ فرماتے۔ حضور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس بیٹھتے اٹھتے اور ان ہی کے ساتھ کھاتے پیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی:۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

"اے پیغمبر! ان لوگوں کو مت نکالیے جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی رضا کے خواہاں ہیں"

دوسری یہ آیت: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ "آپ خود ان لوگوں کے ساتھ صبر اختیار کریں جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں"

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہلکی سی بے اعتنائی کو بھی پسند نہیں فرمایا اور آیت نازل فرمائی:

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ اس آیت سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے رب نے جو آداب تعلیم فرمائے ان میں سے فقراء اور زہاد صحابہ کے ساتھ دلجوئی کا ایک شاندار نمونہ اسوۂ رسول میں ملتا ہے۔ اس

کے ساتھ ساتھ فقر و زہد کی عظمت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

کبار صوفیاء نے اپنی تصانیف میں حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے قلبی مشاہدات و روحانی تجربات کو جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں انہوں نے عرض کیا، علم تصوف کی سند قرار دیا ہے۔

صوفیاء کا علم دیگر لوگوں کی نسبت امتیازی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے ان کے ہاں علم و عمل مل کر وحدت بناتے ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ آدمیوں میں سے سب سے بڑا جاہل وہ ہے جس نے امر معلوم پر عمل ترک کر دیا اور سب سے بڑا عالم وہ ہے جس نے اس پر عمل کیا جس کا اس کو علم ہو گیا۔ پس ہوشیار رہو کہ ایسے عالم بے عمل کی فصاحت بیان، طلاقت لسان، مناظرہ و مجادلہ کی قوت سے دھوکے میں نہ آنا اس لیے کہ وہ جاہل ہے عالم نہیں۔

ایک عظیم صوفی بزرگ بے عمل علماء سے یوں مخاطب تھے۔ "یاعلماء السوء ادوا الزکوٰۃ" "اے علماء سوء! زکوٰۃ دیا کرو" لوگوں نے پوچھا کہ علماء کی زکوٰۃ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ وہ اگر دو سو احادیث یاد رکھتے ہیں تو صرف پانچ پر عمل کر لیں۔ صوفیاء کا علم اپنی حقیقت کے لحاظ سے علوم ذوقیہ میں شمار ہوتا ہے، بجز ذوق و وجدان کے، اس علم تک رسائی نہیں ہو سکتی جس طرح کہ شکر کی مٹھاس کا علم اس کے وصف سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو اس کو چکھتا ہے وہی اس کے مٹھاس کے وصف سے واقف ہو سکتا ہے۔ باقی سب علوم کی تحصیل دنیا کی محبت اور حقائق دنیا کی خلل اندازی کے باوجود دشوار نہیں، بلکہ بسا اوقات دنیا کی محبت ان علوم کے حصول میں ممد و معاون بن جاتی ہے کیوں کہ جاہ و رفعت کی محبت جب سرشت میں داخل ہو جاتی ہے تو اہل دنیا یہ باور کرنے لگتے ہیں کہ ان علوم کے حصول سے مدارج دنیا حاصل ہو سکتے ہیں اسی لیے تو وہ ان کے حصول میں زحمتیں اٹھاتے ہیں، شب بیداری گوارا کرتے ہیں، غربت اختیار کرتے ہیں، لیکن علماء آخرت یعنی صوفیاء و زہاد کے علوم، دنیا کی محبت کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتے اور جب تک خواہشات کو ترک نہیں کیا جاتا علوم ذوقیہ کا انکشاف نہیں ہوتا۔ پھر اس کا درس کسی دنیوی مدرسہ میں نہیں بلکہ مدرسہ تقویٰ ہی میں ہے۔ اس مدرسہ تقویٰ سے مراد خانقاہ اور زاویہ ہے۔ جو صفائے باطن، اخلاص اور نیت کی درستی کے لیے لیباٹری کا کام دیتی ہے۔

ایک اور اہم پہلو اس علم کا یہ ہے کہ اس میں فکر و تدبر کا انجام کشف و مشاہدہ اور ایقان و اذعان ہوتا ہے جب کہ دیگر علوم، ظن و تخمین یا شک و ارتیاب پر ختم ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ عمل کی استطاعت یقین ہی کے ساتھ ہوتی ہے۔ انسان عمل نہیں کرتا مگر اسی قدر جتنا کہ اس کا یقین ہے اور عامل عمل میں کوتاہی نہیں کرتا جب تک اس کے یقین میں کوتاہی نہ ہو۔ اس لیے تو یقین علم سے افضل ہے کہ اس یقین نے اس کو عمل کی دعوت دی اور اگر اس کو عمل کی دعوت یقین نہ دیتا تو عبودیت کا ارادہ نہ کرتا اور اگر یقین اس کو عبودیت کی دعوت نہ دیتا تو وہ حق ربوبیت ادا کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوتا۔

پس کمال حظ یقین سے وابستہ ہے۔ یہ ہے صوفی کے علم کی کیفیت، بہرحال صوفیاء کرام کا علم علمائے دنیا کے علم سے

بدرجہا بلند ہے کہ ان علماء دنیا کے علم سے صرف علم الیقین حاصل ہوتا ہے۔ ہر چند کہ اصل ایمان یہی ہے لیکن صوفیائے کرام کا علم مشاہدات کی بدولت علم الیقین کے مرتبہ سے بڑھ کر عین الیقین اور حق الیقین کی منزل پر پہنچ جاتا ہے جو علم الیقین سے بمراتب بلند ہے۔

صوفیاء کرام کے اس ''علم خاص'' کے حصول کا ذریعہ مخصوص نظام تربیت ہے۔ متعدد صوفی سلسلوں میں شیخ اور مرید کے حقوق وفرائض اور آداب ورسوم کو لازم قرار دیا گیا ہے اس علم کے بنیادی ارکان میں سے ہے دل کو کینہ سے خالی رکھنا، محبت رسول واتباع واحیاء سنت۔

حضرت جنید بغدادی کا قول ہے: ہم نے یہ علم تصوف قیل وقال کے ذریعہ حاصل نہیں کیا بلکہ بھوک، ترک دنیا اور ترک مالوفات سے حاصل کیا۔

مزید فرماتے ہیں: ہمارا یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے مستنبط وماخوذ ہے۔ حضرت رویم فرماتے ہیں: تصوف کا اول علم ہے اس کا اوسط عمل ہے اور آخر موہبت۔ (عطیہ خداوندی)

حضرت جنید ایک صوفی کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ صوفی زمین کی مانند ہے جسے نیک وبد ہر ایک روندتا ہے اور وہ ابر کی مانند ہے کہ ہر ایک پہ سایہ فگن ہوتا ہے اور بارش کی طرح ہے کہ ہر ایک کو سیراب کرتا ہے۔

جیسے پہلے عرض کیا گیا کہ علم تصوف کی ایک تجرباتی اساس ہے۔ اس سیاق میں ''شیخ'' کی توجہ باطنی اور تربیت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ شیخ لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت اس طرح پیدا کرتا ہے کہ وہ مرید کو تزکیہ نفس کے راستے پر چلاتا ہے اور جب نفس مزکی اور پاک ہو جاتا ہے کہ تو دل کا آئینہ جلا پاتا ہے اور اس میں عظمت الٰہیہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے محبت کرنے لگتا ہے۔ مشائخ اللہ کی فوج ہے جن کے توسط سے مریدوں کو صحیح راستہ پر لگایا جاتا ہے اور طالبان حقیقت کی راہنمائی کی جاتی ہے۔

مسلک چشت کی صوفیانہ روایات

برصغیر پاک وہند میں تبلیغی مساعی کے حوالے سے سہروردیہ، چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ، چار سلسلہائے طریقت قابل ذکر ہیں۔ انہی کے دم قدم سے ظلمت کدہ ھند میں توحید کا اجالا ہوا۔ ہندو تہذیب وتمدن کے ان علاقوں میں جہاں توہم پرستی اور چھوت چھات عام تھی وہاں ایمان وایقان کی قندیلیں روشن کرنا اور انسانی برادری، مساوات اور خدمت انسانیت کے جذبات کی آبیاری انہی صوفیائے کرام کے عظیم کارنامے ہیں۔ ان حضرات کا انداز تبلیغ اس قدر مؤثر تھا کہ کفر والحاد کی ساری قوتوں کے باوجود ان بظاہر بے سروسامان نفوس قدسیہ نے دعوت حق کا فریضہ بخوبی سر انجام دیا اور حقیقت یہ ہے کہ اگر صوفیائے کرام نے یہاں شجر توحید کی آبیاری نہ کی ہوتی تو سپین کی طرح یہاں بھی

مسلمانوں کی تہذیب وتمدن کے آثار کب کے مٹ چکے ہوتے یہاں تک کہ دنیا کے نقشے پر پاکستان بھی نہ ابھر سکتا۔
ہر سلسلہ طریقت کا منہاج تربیت جداگانہ ہے گو مقاصد تربیت ایک ہیں۔ مشائخ چشت کا خانقاہی نظام تربیت نفس اور سلوک کی عظیم الشان درسگاہوں کا پتہ دیتا ہے۔

ان کے ہاں نصاب تربیت کا پہلا اصول "تخلیہ" تھا جس کا مطلب ہے دل کو گناہوں کی رغبت سے خالی کرنا۔ اس کا دوسرا پہلو ہے "تحلیہ" یعنی اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ کو طبیعت کا جز و بنانا۔ تقویٰ کی اصطلاح ہر دو کو شامل ہے۔ یوں مشائخ چشت کی خانقاہ "مدرسۃ التقویٰ" کی حیثیت رکھتی تھی۔ ان کے نزدیک قابل مذمت امور کے چار اسباب ہیں: دنیا، خلق، شیطان اور نفس۔ دنیا کا علاج تو انہوں نے تجرد (یعنی اسباب دنیا سے بے تعلقی) کے ساتھ کیا۔ خلق سے بچاؤ کے لیے تفرد یعنی گوشہ گیری اور تنہائی، شیطان کا مقابلہ مجاہدات اور نفس کا علاج تقویٰ سے کیا۔

ترک دنیا سے مراد یہ نہیں کہ کوئی لنگوٹ کس لے اور بیٹھ جائے بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ لباس پہنے اور کھانا کھائے لیکن جو کچھ اس کے پاس آئے اسے خرچ کر ڈالے، جمع نہ کرے اور نہ ہی اس کے ساتھ میلان رکھے اور نہ ہی کسی چیز کے ساتھ دل لگائے۔ چشتی بزرگ اپنے مریدوں کو داخل سلسلہ کرتے ہوئے بطور علامت ان کا سر منڈواتے تھے یہ زہد کی علامت تھی۔ پھر انہیں کلاہ چہار ترکی دی جاتی تھی۔ یہ چار زاویے والی ٹوپی ہے، یہ چار امور کے ترک کرنے کی علامت ہوتی تھی۔

مشائخ چشت کا یہ طریقہ اتباع شریعت کو لازمی قرار دیتا ہے صوفیاء کرام کے متعدد اقوال میں جس میں اس امر کی صراحت ہے کہ طریقت بدون شریعت زندیقی ہے۔ البتہ ان صوفیاء کے ہاں طریقت وحقیقت ایک اعلیٰ درجہ ہے جسے شریعت کی روح اور مقصود کہنا چاہیے۔ فوائد الفواد میں منقول ہے زکوٰۃ تین قسم کی ہے۔ زکوٰۃ شریعت، زکوٰۃ طریقت اور زکوٰۃ حقیقت۔ زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ چالیس میں سے ایک حصہ ہو۔ زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ ایک حصہ اپنے پاس اور بقیہ صدقہ کر دیا جائے اور زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ کل مال راہِ خدا میں دے دیا جائے۔

اس سلسلہ طریقت میں مقصود یہ ہے کہ انسان کا تعلق اپنے رب سے قائم ہو جائے نیز دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلقات کی بنیاد اخلاق حسنہ پر استوار ہو جائے۔ اندازِ تبلیغ میں یہ صوفیاء منفرد تھے کیوں کہ لسان قال کی بجائے لسان حال ان کا ذریعہ تبلیغ تھا۔ علم کے مقابلہ میں عمل کو زیادہ اہمیت حاصل تھی اور عقل کی بجائے ان کی توجہات کا مرکز "قلب" تھا۔

شیخ سے محبت اور جذبہ تسلیم کو راہِ سلوک میں اتنی اہمیت تھی کہ مریدین کے لیے حکم تھا: "ہر چہ پیر فرماید مرید را باید کرد" یعنی پیر کو اپنا حاکم بنا لیا جائے کیوں کہ مرشد کامل، مرید کے احوال سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے۔ فوائد الفواد میں ہے: "پیر کی ذمہ داری بھی کسی طرح کم نہیں ہے اسے مرید کے اعمال کا نگران بنایا گیا ہے تو وہ جو کچھ کرتا ہے قیامت کے دن اس کا عمل

پیر کے پلے میں رکھا جائے گا"

حسن اخلاق کی تربیت کے حوالے سے مشائخ چشت کی تعلیمات یہ ہیں کہ دشمنوں سے بھی نیکی، نرمی اور رافت کا برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ خواجہ نظام الدین اولیاء کو بابا فرید گنج شکر نے پہلا سبق یہی دیا تھا کہ اپنے دشمنوں کو خوش کرنا چاہیے اور حضرت محبوب الٰہی اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

ہر کہ مارا یار نبود، ایزد اور را یار باد — وانکہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد

ہر کہ او خارے نہد در راہ ما از دشمنی — ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

حضرت نظام الدین اؤلیاء علیہ الرحمہ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ کچھ لوگ آپ کو برسر منبر برا کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا: "میں نے سب کو معاف کر دیا، تمہیں بھی معاف کر دینا چاہیے" خدمت خلق کی اعلیٰ مثال مشائخ چشت نے قائم فرمائی اور ہر خانقاہ کے ساتھ لنگر خانہ کا اہتمام کیا۔ بے سروسامانی اور فقر محض کے باوجود ان کی خانقاہ میں دن رات لنگر جاری تھا۔ نقد آیا، تقسیم ہو گیا، نذرانے میں اشرفیاں آئیں، لٹ گئیں۔ ہدیہ میں کپڑا آیا، بانٹ دیا۔ اس کے باوجود خود فقر اختیار کیے رکھا اور ضرورت سے زائد نہ پہنا اور نہ کھایا ہمہ وقت عبادت اور ذکر میں مشغول رہے۔ انسانی خدمت میں کمال یہ ہے کہ انہوں نے انسانوں کے دکھ درد کو اپنا "حال" بنا لیا تھا۔ حضرت محبوب الٰہی فرمایا کرتے: "جتنا غم و اندوہ مجھے ہے، اتنا اس دنیا میں کسی کو نہ ہوگا کیوں کہ اتنے لوگ آتے ہیں اور اپنا دکھ درد کہتے ہیں وہ سب میرے لیے دل و جان میں بیٹھ جاتا ہے، عجب دل ہوگا جو اپنے مسلمان بھائی کا غم سنے اور اس پر اثر نہ ہو۔"

اطعام یعنی دوسروں کو کھانا کھلانا یہ صفت ان صوفیاء کو بہت محبوب تھی۔ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ درویشی کی شان ہی اطعام ہے ہر آنے والے کی خدمت کا اہتمام کرتے۔ آپ کی مجلس میں متعدد بار یہ حدیث سننے میں آئی: من زار حیا ولم یذق منه شیئا فکأنما زار میتاً۔

"جس نے کسی شخص سے ملاقات کی اور اس کے ہاں کچھ نہ چکھا تو گویا اس نے ایک مردے کی زیارت کی" آپ کی خانقاہ میں لوگ گروہ در گروہ آتے تھے اور ان کے لیے بار بار کھانا لایا جاتا تھا۔

مشائخ چشت کی روایت یہ رہی کہ انہوں نے تمام عمر بادشاہوں اور امراء سے کوئی جاگیر قبول نہیں کی، خزانہ جمع نہیں کیا، جو کچھ عوام کے نذرانوں اور فتوحات کی صورت میں آیا اسے فوراً فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور جیسے خالی ہاتھ اپنے خالق کے ہاں سے آئے تھے ویسے ہی اس کے حضور میں پہنچ گئے۔

ان مشائخ کی شان یہ تھی کہ وہ سلاطین و امراء کے درباروں سے الگ رہے لیکن اس کے باوجود اپنے مخصوص انداز میں انہیں پند و نصیحت بھی فرماتے اور عوام پر ان کے ظلم و تعدی پر سرزنش بھی کرتے۔

(باقی صفحہ ۴۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی (چشت شریف)

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس سرہٗ العزیز آپ خواجگانِ چشت کے عظیم مشائخ کے گھر ۴۳۰ھ چشت شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر ابھی سات سال کی تھی آپ نے قرآن مجید کو بمعہ ترجمہ حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ بعد ازاں علوم متداولہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے جب آپ کی عمر ۲۶ سال کی ہوئی تو آپ کے والد محترم خواجہ ابو یوسف ناصر الدین چشتی وصال فرما گئے۔ والد گرامی نے آپ کو خلافت اور جانشینی اپنی زندگی میں عطا فرمادی تھی آپ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضور غریب نواز کے دادا پیر حاجی شریف زندنی آپ کے خلیفہ تھے۔ یکم رجب ۵۲۷ھ ۹۴ سال کی عمر میں یہ شہباز طریقت وحقیقت عالم بالا کی طرف محو پرواز ہوا۔ بوقت وصال ایک پر ہیبت شخص ایک ریشمی ٹکڑے پر لکھا ہوا پیغام آپ کے ہاتھ میں دے کر رخصت ہوا۔ آپ نے مطالعہ فرما کر آنکھوں پر رکھا اور جان مشاہدہ حق فرماتے ہوئے جان آفرین کے حوالے کر دی، آپ کا جنازہ ہوا میں مردانِ غیب لے کر چل رہے تھے اژدھام کثیر کی وجہ سے کندھوں پر لے جانا دشوار تھا۔

حضرت خضر کی پسندیدہ جگہ جنازہ اترا اور وہیں دفن ہوئے۔ اس فقیر کو چشت شریف میں حاضری کا موقع ملا ہے آپ کا روضہ شریف بہت پر شکوہ بلند و بالا ہے آپ کے ساتھ کمرے میں آپ کے والد گرامی حضرت ابو یوسف ناصر الدین چشتی کا مزار مبارک ہے ان کے دوسرے کمرے میں آپ کے والد کے ماموں اور دادا شیخ حضرت ابو محمد ابدال زاہد چشتی کا مزار ہے ان کے ساتھ والے حجرے میں حضرت احمد ابدالِ چشتی کا مزار مبارک ہے ان کا اپنے والد کے فرسنانہ چشتی کے قدموں میں مزار مبارک باہر آپ کے صاحبزادے احمد مشتاق چشتی کا مزار مبارک ہے۔

ایک مدرسہ اقطاب چشتیہ کے نام سے قائم ہے، چشت شریف دربار ہرات کے کنارے پر واقع ہے ہرات شریف سے تقریباً ۱۰۰ کلومیٹر پر ہے تفصیل سے حالات پر کتب تصوف خاموش ہیں۔

خواجہ محمد شریف منیر الدین زندنی رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی محمد شریف ہے مگر آپ کو حاجی شریف کہا جاتا ہے آپ کا لقب مبارک منیز الدین ہے زندان یا زندنہ کے رہنے والے تھے جو کہ بخارا کے قریب آپ کی ولادت با سعادت اندازاً ۴۶۶ھ ہے ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کی آپ نے دو عظیم علماء سے ظاہری علوم کی تکمیل فرمائی۔

بیعت و خلافت:۔خواجہ خواجگان حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی نیز آپ کو خرقہ خلافت و اجازت سے نوازا۔ سیر الاولیاء میں حضرت کرمانی رقم طراز ہیں کہ آپ چالیس سال ویرانوں میں گوشہ نشین رہے جنگلوں کے درختوں سے جو پھل یا پتے گرتے آپ وہی تناول فرماتے دنیا اور اہل دنیا سے متنفر تھے ملنے والا اگر دنیا کا ذکر کرتا تو آپ سرے سے ملاقات ہی نہ کرتے آپ اپنے وقت کے بلند پایہ عالم دین تھے دینی اور دنیوی علوم کے ساتھ ساتھ باطنی اور روحانی علوم بھی بے مثل تھے شہرت سے شدید نفرت تھی اس لئے وطن چھوڑ کر طویل عرصہ سیر و سیاحت میں بسر فرمایا اکثر ملکوں میں آپ نے سیاحت فرمائی حیات طیبہ کے آخری حصہ میں واپس وطن تشریف لائے اور رشد و ہدایت کے دریا بہادیے ایک شخص نے خدمت اقدس میں نذرانہ پیش کیا آپ نے فرمایا ہمیں اس کی ضرورت نہیں یہ صحرا جو تم دیکھ رہے ہو خزانہ غیب سے بھرا پڑا ہے اس شخص نے صحرا پر نظر ڈالی تو اس کی خیرت کی انتہا نہ رہی کہ سونے کی ندی رواں دواں تھی آپ نے شاید اس لئے مشاہدہ کرایا کہ آئندہ کوئی اور نذرانے سے اس شہباز حقیقت کو دام میں لانے کی کوشش نہ کرے آپ کے خلفاء عظام کی کثیر تعداد تھی مگر شہرت دوام کا تاج حضور غریب نواز سلطان الہند کے شیخ کامل حضرت سیدنا عثمان ہارونی کو ملا جن سے یہ سلسلہ عالیہ آگے چلا برصغیر میں ہر سو عظمت اسلام کے جھنڈے گاڑ دیے بقول سیر الاولیاء فرماتے کہ سلطان سنجر سلجوقی کی موت کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا انہوں نے جواب دیا دنیا میں جو میں نے نیک و بد اعمال کئے تھے سب میرے سامنے لائے گئے دوزخ کے فرشتوں کو حکم ہوا۔ یہ جہنم کا حق دار ہے اسے وہاں لے چلو پھر اچانک ارشاد ہوا فلاں دن اور فلاں وقت دمشق کی مسجد میں اس نے حاجی شریف زندنی کی قدم بوسی کی تھی لہذا ہم نے اسے بخش دیا جنت لے چلو حاجی شریف زندنی کو تنہائی اور تجرد بے حد پسند تھا ترک دنیا آپ نے اختیار کی اور بڑی ثابت قدمی سے اس راہ پر گامزن رہے آپ کا وصال مبارک ۶ رجب المرجب ۵۸۶ھ آپ کی عمر تقریباً ایک سو بیس سال تھی۔

خصوصی خلافت سیدنا عثمان ہارونی کو دیتے ہوئے کلاہ چہار عطا کی جو آج تک مشائخ میں جاری و ساری ہے آپ کے قدم مبارک سے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں ایک بہار آگئی۔

عطائے رسول سلطان الہند نائب النبی فی الہند خواجہ خواجگان حضرت

خواجہ سید معین الدین حسن سنجری اجمیری

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۵۳۲ھ سنجر صوبہ سیستان جو کہ ایران اور افغانستان کے حدود درمیان نیشاپور سے دور جنوب میں واقع ہے میں ہوئی۔ یہ چھٹی صدی عالم اسلام کے لیے ابتلاء کی صدی تھی خطائی تاتاریوں نے خراسان ایشائے کوچک اور اردگرد کے علاقوں میں تباہی پھیلا رکھی تھی خطائیوں کا ایک گروہ غرہ کے نام سے معروف ہے اس نابکار گروہ نے ہر طرح کے مظالم کے پہاڑ توڑ دیے تھے۔ ۵۳۶ھ میں سلجوقی بادشاہ سلطان سنجر کو تاتاریوں نے شکست فاش دی اور اس کی طرف سے لڑنے والے حاکم سیستان کو زندہ گرفتار کرلیا سلطان سنجر خود بچ نکلا اور بے سروسامانی کے عالم میں بھاگ کھڑا ہوا تاتاریوں نے خراسان کے شہروں کو تباہ و برباد کردیا مساجد میں پناہ لینے والوں کو ایک ایک کرکے قتل کرایا ہسپتالوں میں مریضوں ڈاکٹروں سمیت قتل کرایا لائبریریوں کو آگ لگادی، خواتین کی عصمت دری کی گئی، علماء مشائخ کو چن چن کے یوں قتل کیا تمام مساجد اور خانقاہیں اپنے وجود سے بھی محروم ہوگئیں ان روح فرسا حالات میں حضور خواجہ غریب نواز حضور خواجہ غیاث الدین حسن کے گھر ۵۳۲ھ میں دنیا ظاہر میں تشریف لائے، آپ نجیب الطرفین سید ہیں، والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی ماہ نور ام الورع تھا۔ آپ کے والد ماجد متقی پرہیزگار صاحب ثروت اور دولت مند تھے۔

آپ بغرض تجارت اکثر اصفہان نیشاپور اور بغداد کا سفر کرتے تھے آپ کا مزار شریف بغداد میں ہے آپ کی ابتدائی تعلیم پرورش و تربیت والدین کے زیر سایہ سنجر میں ہوئی۔ آپ کو دس برس کی عمر میں غالباً ۵۴۲ھ مدرسہ نیشاپور میں داخل کردیا گیا یہ شہر ہجرت نبوی سے پہلے آباد تھا یہاں کے اسلامی مدارس سوائے مدرسہ نظامیہ بغداد کے ایران و خراسان میں ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔

حضرت امام غزالی نے بھی یہیں سے تعلیم حاصل کی دوران تعلیم ابھی چار پانچ سال ہی گزرے ہوں گے کہ نیشاپور میں قیامت آگئی، خون کی ندیاں بہنے لگیں، گلی کوچوں میں لاشوں کے انبار لگ گئے تاتاریوں نے کیا کچھ نہ کیا ان حالات میں آپ بخیر و خوبی اپنی والدہ ماجدہ کے پاس سنجر شریف لائے جب کہ آپ کے بزرگوار بغداد میں تھے انہوں نے جب نیشاپور کے حالات سنے کہ راستے خطرناک ہوگئے تھے آپ سنجر نہ آسکتے تھے اس حزن و ملال میں آپ وصال فرماگئے۔ آپ کا مزار بغداد میں دروازہ شام کے قریب ہے اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال تھی بعدازاں والدہ ماجدہ بھی داغ مفارقت دے گئیں خانگی ذمہ داری نیز ترکے میں ملی ہوئی پن چکی انگوروں کا باغ کی نگرانی اور کاشت

کاری آپ کو ہی سرانجام دینی پڑی جن سے کچھ عرصہ تعلیمی تعطل پیدا ہو گیا۔

عمر شریف جب تقریباً اٹھارہ سال کی ہوئی یعنی ۵۵۲ھ تو ایک روز جوہر قابل کی تلاش کرنے والے ایک مجذوب حضرت ابراہیم قندوری باغ میں تشریف لائے آپ نے پھلوں سے ان کی مہمان نوازی کی مجذوب نے شکریے کے طور اپنے دانتوں سے کھلی کا ٹکڑا کاٹ کر میزبان کے منہ میں رکھ دیا جس سے آپ کی کایا پلٹ گئی علائق دنیوی سے منہ موڑ لیا سب سے قطع نظر ہر چہ بادا باد آپ توکل علی اللہ پر گھر سے نکل کھڑے ہوئے آپ تکمیل علم کی خاطر بخارا میں شیخ حسام الدین جیسے نابغہ روزگار عالم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا بعد ازاں سمرقند میں شیخ شرف الدین سے سند فراغ حاصل کی اور یہیں قرآن مجید مکمل حفظ کیا۔

یہ عرصہ تقریباً پانچ سال کا ہے پھر آپ نیشاپور سے ہوتے ہرون جو کہ بغداد کے قریب ہے حضرت خواجہ عثمان ہرونی کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ ایک قصبہ ہرون نیشاپور کے قریب بھی ہے لیکن قرین قیاس بغداد شریف کے قریب میں جو قصبہ ہرون ہے وہی مراد ہے بیعت کا سن تقریباً ۵۵۸ھ بنتا ہے۔ جب کہ آپ کی عمر شریف چوبیس یا پچیس سال کی تھی بیعت کی روداد آپ حضور خواجہ صاحب کی زبانی سنیں۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں: اس روز بڑے بڑے بزرگ حضرت عثمان ہرونی کی مجلس گرامی میں موجود تھے حکم ہوا معین الدین تازہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو میں نے تعمیل کی فرمایا آؤ اور حرم قبلہ رو بیٹھ کر سورہ بقرہ پڑھو۔ اب اکیس مرتبہ سبحان اللہ پڑھو اس کے بعد کھڑے ہو کر اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا آؤ میں تمہیں خدائے عزوجل تک پہنچادوں۔ یہ فرماتے ہی قینچی اپنے دست مبارک میں لے کر میرے سر پر چلائی اور کلاہ چہار ترکی اور گلیم عطا فرمائی پھر فرمایا بیٹھ جاؤ اور ارشاد فرمایا ہمارے خانوادے میں آٹھ پہر کا مجاہدہ ہوتا ہے وہ پورا کرو بعد تعمیل دوسرے دن میں حاضر خدمت ہوا اور فرمایا اب ہزار بار سورہ اخلاص پڑھو میں نے پڑھی فرمایا ہزار بار پھر سورہ اخلاص پڑھو میں نے پڑھی حکم ہوا اوپر دیکھو اب کیا نظر آتا ہے؟ عرض کیا عرش اعظم تک سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔ فرمایا ایک ہزار مرتبہ پھر سورہ اخلاص پڑھو میں نے پڑھی حکم ہوا اوپر دیکھو اب کیا نظر آتا ہے؟ عرض کیا حجاب عظمت دکھائی دیتا ہے۔ فرمایا: آنکھیں بند کرو اور کھولو جب میں نے ایسا کیا تو اپنی دو انگلیاں دکھا کر دریافت فرمایا کیا کچھ دکھائی دیتا ہے؟ عرض کیا اٹھارہ ہزار عالم۔ اب فرمایا بس معین الدین تمہارا کام پورا ہو گیا۔ سامنے ایک اینٹ پڑی تھی فرمایا اس کے نیچے جو کچھ ہو اٹھالو اس کے نیچے چند دینار تھے ارشاد ہوا جاؤ ان کو فقیروں پر صدقہ کرو جب میں تقسیم کر کے واپس آیا تو حکم ہوا چند روز ہمارے پاس اور رہو میں نے سر تسلیم خم کیا کہ جیسے رائے عالی۔ پھر آپ مرشد گرامی یعنی باکمال جوہری نے اپنے در یتیم کو بازار جہاں میں بھیج دیا تاکہ اس گوہر نایاب کا دنیا مشاہدہ کرے۔

آپ ہرون سے روانہ ہو کر سب سے پہلے بغداد پہنچے حضرت غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ ابوالنجیب

عبدالقاہر سہروردی، شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت اوحدالدین کرمانی جیسے باکمال حضرات کی زیارت سے مستفیض ہوئے ہر شیخ نے آپ کی عظمت کا اعتراف کیا۔

حضور غوث پاک نے دل کھول کر تواضع فرمائی اور ارشاد فرمایا: کہ یہ مقتدائے روزگار ہوگا اور لوگ اس سے منزلِ مقصود کو پہنچیں گے۔ شیخ اوحدالدین کرمانی تو اس قدر خوش ہوئے کہ ساتھ ہو لیے آپ بصرہ، مشہد شریف، اصفہان، ہمدان، تبریز، رستم آباد، خرقان، چشت شریف، بدخشاں، سنجار، خیلی کرمان، بخارا، سمرقند، حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے مذکورہ بالا شہروں کے اولیاء کرام سے ملاقات کی اور مستفیض ہوئے۔ پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے بعد ازاں شیخ کی معیت میں طویل مدت کا سفر اختیار کیا جب آپ مدینہ منورہ پہنچے شیخ نے فرمایا کہ سرکار کی بارگاہ میں سلام پیش کرو روضہ اطہر سے جواب آیا وعلیکم السلام یاقطب المشائخ بحر و بر۔ جب کعبۃ اللہ میں حاضر ہوئے تو حضرت شیخ نے میرا ہاتھ پکڑ کر خدا کے سپرد کیا اور خانہ کعبہ کے پرنالے کے نیچے کھڑے ہو کر میرے لیے دعا فرمائی ندا آئی ہم نے معین الدین کو قبول کیا جب ہم بغداد میں دریا دجلہ پر پہنچے تو کشتی نہ تھی فرمایا آنکھیں بند کرو پھر ہم نے جب آنکھیں کھولیں تو دوسرے کنارے پر تھے۔ پھر بخارا اوش سیوستان اپنے اصلی وطن پر سفر اختتام کو پہنچا۔

بعد ازاں سفر حج کے لیے اپنے چالیس غلاموں سمیت جن میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی شریک تھے، مدینہ منورہ صلوٰۃ وسلام کے وقت گریہ طاری تھا کہ بشارت ہوئی معین الدین تم عین دین ہو تمہیں ہندوستان کی ولایت دی جاتی ہے اور اجمیر کو اپنا مستقر بناؤ اور ایک شیرین انار مرحمت ہوا روحانی طور پر اس روحانی انار کے گلوب پر اجمیر جانے کا راستہ دکھایا گیا۔

ہندوستان کی طرف روانگی

اس مرتبہ کچھ سامان ہمراہ تھا مرشد کریم کے عطا کردہ تبرکات اور چقماق جن سے آگ روشن کی جاتی نمک دان قرآن مجید بھی آپ قرآن مجید کو سینے سے لگائے اپنے باقی سامان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے سپرد تھا۔ آپ سبزوار، ہرات، بلخ، غزنی سے ہوتے ملتان پہنچے ملتان میں معمول سے زیادہ قیام فرمایا پھر لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں داتا صاحب کے مزار پر چلہ کیا پھر وہاں سے آپ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔

اجمیر شریف جاتے ہوئے چالیس کاملوں کا قافلہ آپ کے ہمراہ رہا جب یہ قافلہ پٹیالہ پہنچا تو پٹیالہ والوں نے قتل کی سازش کی دعوت کے بہانے آپ کو ٹھہرانے کی کوشش کی مگر آپ نے دعوت قبول نہ کی۔ نہایت تیزی کے ساتھ قافلہ چلتا رہا قتل کی سازش کی وجہ یہ تھی کہ نجومیوں نے بتا دیا تھا کہ ایسے دُرویش آئیں گے اور پرتھوی راج کے راج کو ختم کر دیں گے اسی وجہ سے اعلان عام تھا کوئی مسلمان نظر آئے تو اسے قتل کر دیا جائے شہرت یہاں تک تھی کہ

۸۔ بھوکوں کو پیٹ بھر کھانا کھلانا، غرباء کی فریاد سننا اور حاجت روائی کرنا در ماندہ لوگوں کی دست گیری کرنا عذاب دوزخ سے بچنے کی بہترین تدابیر ہیں۔

۹۔ نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر اور بروں کی صحبت بدکام سے بدتر۔

۱۰۔ حدیث رسول ہے کہ وہ ضعیف ترین ہے جو اپنی بات پر قائم نہ رہے۔

۱۱۔ گناہ اتنا نقصان نہیں پہنچاتا جتنا مسلمان بھائی کو ذلیل وخوار کرتا ہے۔

۱۲۔ قبرستان میں کھانا پینا اور ہنسنا نہیں چاہیے کیوں کہ یہ مقام عبرت ہے۔ جو ایسا کرتے ہیں وہ سنگ دل اور منافق ہوتے ہیں۔

۱۳۔ بدبختی کی علامت یہ ہے کہ گناہ کر کے امیدوار قبولیت رہے اور گناہ کو ہیچ سمجھے۔

۱۴۔ اگر کافر سو برس تک لا الہ الا اللہ کہے تو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا مگر صرف دل سے ایک مرتبہ محمد رسول اللہ کہنے سے کفر مٹ جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

عارفِ حق حضرت مولانا فخر الدین فخرِ جہاں دہلوی قدس سرہٗ

از قلم :۔ مولانا اللہ بخش رضا

حضرت مولانا فخر الدین کے والد حضرت نظام الدین اورنگ آبادی حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ ہی کے حکم سے حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی عازمِ دکن ہوئے تھے۔

حضرت مولانا فخر الدین دہلوی کی ولادت باسعادت ۱۱۲۶ھ میں اورنگ آباد کے مقام پر ہوئی۔ حضرت کے والد محترم کے پیر و مرشد حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی آپ کا اسم مبارک فخر الدین تجویز فرمایا اور لباس خاص بچہ کے لیے عطا فرماتے ہوئے آپ کی بزرگی اور ہمہ گیر شہرت کی بشارت دی۔

حضرت مولانا کا لقب "محب النبی" تھا اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ آپ نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری غریب نواز اور حضرت شاہ چراغ دہلوی کو خواب میں اس لقب سے یاد فرماتے ہوئے سنا۔ حضرت کی تعلیم و تربیت والد محترم کی نگرانی میں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر شروع ہوئی۔ حضرت کے والد گرامی نے اپنے پیر و مرشد سے جب صاحبزادہ کی عظمت و بزرگی کے متعلق بشارت سنی تو اور بھی توجہ اور انہماک سے فرزندِ نیک ارجمند کی تعلیم و تربیت فرمانے لگے۔ حضرت مولانا نے اپنے والد بزرگوار سے قرآن شریف اور اس کی تفسیر شرح وقایہ، مشارق الانوار، مثنوی شریف، فتوحات مکیہ، نفحات الانس پڑھیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا عبد الحکیم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور ان سے بھی تفسیر، حدیث اور فقہ کی تکمیل فرمائی۔ اگرچہ حضرت مولانا صاحب باطنی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے بہت کچھ حاصل کی تھی تاہم حضرت حدیث، تصوف، منطق اور فلسفہ کے علوم کی تکمیل کے لیے حضرت مولانا سعد انصاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر شمس بازغہ اور فصوص الحکم مولانا میاں محمد میر سے پڑھی۔

حضرت مولانا فخر الدین کو اپنے والد ماجد سے بے حد تھی۔ اس لیے اصلاح باطن کی طرف توجہ فرماتے بچپن میں ہی مرید کر لیا تھا۔ والد بزرگوار جب رحلت فرمانے لگے تو آپ نے حضرت مولانا کو اپنے پاس بلا لیا اور دیر تک اپنے سینہ مبارک سے چمٹائے رکھا اور تمام ظاہری و باطنی نعمتیں جو آپ کو سینہ بسینہ ملی تھیں وہ سب مولانا کے سینے میں منتقل کر دیں۔ اس کے بعد رحلت فرمائی۔ اس وقت حضرت کی عمر مبارک سولہ سال تھی اور ابھی تکمیلِ علوم کا ذوق پورا نہیں ہوا تھا چنانچہ تین سال تک مزید تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر وہ وقت آیا کہ جب اجمیری دروازہ کے باہر حضرت مولانا کے لیے خانقاہ تعمیر کی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ خانقاہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے فیوض و برکات کا مرکز بن گئی۔

خانقاہ میں دور سے طلباء آتے تھے اور اکثر مشہور خلفاء اور مریدین اسی مدرسے کے طلباء تھے۔ حضرت مولانا کی تعلیم کی خصوصیت یہ تھی کہ اس پر باطنی کا رنگ غالب تھا اور سلوک کی تعلیم حضرت کے مدرسہ کا خاص نصاب تھی۔ قرآن اور

حضرت دہلی میں ایک زبردست انقلابی تحریک لا کر آگے بڑھانے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔

حضرت مولانا فخر الدین کو تدریس کے ساتھ ساتھ مطالعہ سے بھی بے حد شغف تھا اور مطالعہ کی وجہ سے تحریر کا ذوق بھی جلا پایا۔ حضرت مولانا نے چند کتابیں بھی تصنیف فرمائیں جن میں نظام العقائد، رسالہ مرجیہ، فخر الحسن خاص طور پر علمیت اور محققانہ قابلیت کی آئینہ دار ہیں۔

غرض کہ مولانا فخر الدین قدس سرہ تعلیمات اسلامی کا نمونہ تھے۔ طلبا کو ظاہری و باطنی علوم سے مالا مال فرماتے تھے۔ آپ کے علمی و اخلاقی اور صوفیانہ کمالات کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں حضرت مولانا کی بڑی عظمت تھی۔ حضرت کا قول سند مانا جاتا تھا کیوں کہ آپ پیدا ہوتے ہی صوفیانہ مسند کی زینت بن چکے تھے۔

حضرت مولانا فخر الدین قدس سرہ اپنے معمولات کے بہت پابند تھے۔ اپنے سلسلے کے بزرگوں کی خدمت میں پابندی کے ساتھ حاضری دیتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ ۲۷ رمضان المبارک کو سرائے عرب میں چلے جاتے تھے اور حضرت بختیار کاکی قدس سرہ نیز حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے حجروں میں معتکف ہوتے تھے۔

حضرت لباس اور خوراک میں بھی سادگی اور صوفیانہ طرز زندگی کی تمام علامتیں قائم تھیں۔ گھر میں جیا مسکا کا استعمال فرماتے تھے اور باہر تشریف لے جاتے تو دستار، جامہ زیب تن فرماتے، سردی کے موسم میں فرغل اور دوشالہ استعمال کرتے۔ حضرت کی خوراک بڑی سادہ تھی اور اس میں بھی سادگی اور پرہیز کو بڑا دخل تھا۔

حضرت کے اخلاق حسنہ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ میں سحر جیسی قوت موجود تھی۔ دشمن ہوں یا دوست اس اخلاق سے یکساں طور پر متاثر ہوتے تھے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے یکساں سلوک فرماتے تھے۔ مصیبت میں غریبوں کے کام آنا شیوہ بن گیا تھا۔

حضرت مولانا فخر الدین دہلوی سنت نبوی کے بے حد پابند تھے۔ لباس، خورد و نوش، نشست و برخاست، رفتار و گفتار، آمد و رفت، اہل خانہ سے برتاؤ، مہمان نوازی، ہمسایوں سے سلوک، ہر حال اور ہر معاملہ سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ طریقوں اور اصولوں پر سختی سے عمل پیرا رہتے تھے۔ یہاں تک کہ استعمال کی چیزیں بھی سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوتے تھے۔

حضرت مولانا سلاطین اور امراء کے میل جول سے ہمیشہ پرہیز فرماتے تھے۔ سلاطین اور امراء حضرت کی خدمت میں جاگیر نذرانے پیش کرنے کی کوشش کرتے لیکن آپ انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ ایک دن سلطان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کو اپنے ساتھ دربار میں لے گیا۔ وہاں بحالت مجبوری بادشاہ کے ساتھ کھانا تناول کرنا پڑا۔ بادشاہ سے رخصت ہونے کے بعد حضرت نے اس کا تدارک اس طرح فرمایا کہ فقرا اور مساکین کے مکانات پر تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔

سر سید احمد خان ایک جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی کے دور میں جتنے بادشاہ اور امراء تھے سب حضرت

کے عقیدت مند تھے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف رکھتے تھے۔ بادشاہ اکثر آستانہ عالیہ پر حاضری دیا کرتا تھا امراء کے علاوہ فوج میں سینکڑوں سردار حضرت کے مرید اور عقیدت مند تھے۔

حضرت مولانا محمد فخر الدین دہلوی قدس سرہٗ مخلوق خدا کے ساتھ ہمیشہ انتہائی شفقت سے پیش آتے تھے ہر ایک کی دل جوئی فرماتے تھے مراتب کے لحاظ سے ہر چھوٹے بڑے کی عزت کرتے تھے، علماء اور سادات کا احترام دل و جان سے کیا کرتے تھے، اگر کوئی ملنے آتا تو اپنی جگہ سے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ شدید بیماری کی حالت میں بھی حضرت کا یہی دستور تھا۔ تکبر، غرور، بڑائی اور متکبر و مغرور لوگوں سے اجتناب فرماتے اور ان کی اصلاح فرماتے۔ اگر اصلاح قبول نہ کرتے تو ان کی طرف التفات نہ فرماتے بلکہ ان سے دور رہتے۔ ایسے متکبر و مغرور لوگوں کے بارے میں فرماتے

تکبر عزازیل را خوار کرد بزندانِ لعنت گرفتار کرد

حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحبزادوں کو جب بادشاہ کے ملازموں نے حویلی سے علیحدہ کر دیا اور حویلی ضبط کر لی گئی، اس وقت حضرت مولانا نے صاحبزادوں کو اپنے پاس جگہ دی اور بہت ہمدردی فرمائی پھر کوشش کر کے شاہِ وقت سے ان کی حویلی ان کو اسی طرح واپس دلوادی شاہِ وقت کی توجہ اور احترام سے ان کی وہی سابقہ عظمت قائم رہی۔

مناقب فخریہ میں ہے: حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں قدس سرہٗ کی توکل پر گزر بسر تھی، ناز و نیاز میں کبھی ہزاروں آتے کبھی کچھ بھی نہیں۔ رخصت ہونے والوں کو ان کی حیثیت ولیاقت کے موافق عطیہ عنایت فرماتے مذکورہ حوالہ کے مطابق حضرت مولانا اپنی تعریف سے نہایت ہی ناخوش ہوتے تھے۔ ہاتھ جوڑنے، سر جھکانے پاؤں چھونے اور اسی قسم کی ظاہری باتوں اور نمود ونمائش سے سخت نفرت کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ صاحب! اصلی ادب واحترام یہی ہے کہ دل کی گہرائی سے ہو۔

حضرت مولانا کسی سے کوئی وعدہ نہ فرماتے اور وعدہ فرمانے کے بعد اس کی ضرور پورا فرماتے اور جب تک وعدہ پورا نہ ہو جاتا اسے پورا کرنے کے لیے بے چین رہتے۔ حضرت جن لوگوں سے گفتگو فرماتے انہیں "حضرت" یا "صاحب" سے مخاطب فرماتے۔ حضرت مولانا کے اوقات مقرر تھے اور جب رات کو سونے کا ارادہ ہوتا اگر آپ کے پاس لوگ موجود ہوتے تو جب تک وہ لوگ چلے نہ جاتے آپ برابر جاگتے رہتے۔ سوتے وقت فوائد الفواد کو سینے یا سر کے قریب رکھتے۔

حضرت قبلہ کی غریب نوازی اور توسل پروری ایسی تھی کہ حاضر و غائب سب پر نظر رہتی تھی۔ جو لوگ پابندی کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اگر ان کو کبھی دیر ہو جاتی تو حضرت ان کی خیریت دریافت فرماتے۔

حضرت مولانا فخر الدین قدس سرہٗ نے ۷۲ سال کی عمر میں ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو وصال فرمایا۔ حضرت کے آخری سفر میں مشائخ وقت، علماء، ادباء، شاہی خاندان کے افراد اور فوج کے سرداران شریک تھے۔ حضرت مولانا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کے آستانہ کے متصل محو استراحت ہیں۔

فرید گنج شکر کی جائے ولادت اور والد گرامی اور دادا جان کے مزارات کوٹھے والا یا کھتیوال

تحقیقی جائزہ

علامہ رشید احمد چشتی ملتان

فقیر راقم الحروف رشید احمد چشتی آل گنج شکر 1967ء میں ہمراہ مخدوم حامد بخش سجادہ نشین دربار حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی کوٹھے والا براستہ ٹانٹے پور حاضر ہوا جو موقع پر صورت حال تھی وہ عرض خدمت ہے صورت حال یہ تھی ایک تنگ گلی اور کچے مکانات سے گذر کر دس بارہ فٹ پر مشتمل مٹی کے گارے سے بنی ہوئی اور اتنا ہی مٹی کے کچے صحن میں جا پہنچے اس کے شرقی کونے میں مٹی کے ڈھیر کی ایک قبر موجود تھی نہ کوئی تختی تھی اور نہ ہی کسی قسم کی کچی یا پکی اینٹ کا تصور تھا جسے کہا جا رہا تھا کہ یہ قبر حضرت بابا صاحب کے والد ماجد کی ہے اس وقت خلیفہ خدا بخش جو اس قبر کے متولی تھے اس سے پوچھا کہ آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ قبر بابا صاحب کے والد ماجد کی ہے جواباً خلیفہ مرحوم نے کہا کہ مولوی فتح الدین صاحب یہاں تقریر کرنے آئے تھے انہوں نے بتایا کہ یہ بابا صاحب کے والد کی قبر ہے اس سے قبل ہمیں معلوم نہ تھا نہ ہماری بستی اور نہ ہی ہمارے علاقہ والوں کو پتہ تھا پہلے متولی دربار کا استدلال پھر جب مولانا فتح الدین چشتی مہروی صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا یہ بات میری طرف غلط اور من گھڑت منسوب کی گئی ہے میں نے ایسا نہیں کہا۔

آیئے تھوڑا حقائق پر روشنی ڈالتے چلیں

ا۔ سوال یہ ہے کہ یہاں عام قبرستانوں میں اگر دو سال مٹی کے گارے قبر کی لپائی نہ کی جائے تو تیسرے سال بارشوں سے مٹی کے ڈھیر والی قبر کا نشان مٹ جاتا ہے یہ کچی قبر اس کچی گارے کی بنی ہوئی مسجد میں ساڑھے آٹھ سو سال کیسے رہ گئی جب کہ باقی خاندان کے مزارات کا نشان نہ رہا جب کہ وہاں حضور گنج شکر کے دادا اور والد اور بیٹے دیگر خاندان مزارات تھے وہ کہاں ہیں۔ سلسلہ عالیہ کے کسی شیخ کامل جو کشف قبور کے ماہر ہو گذرے کیوں خیال نہ کیا اتنے بڑے شیخ جو مخدوم رشید رحمۃ اللہ علیہ کے والد کے شیخ تھے ان کی قبر ان کی اولاد نے بھی نہ بنائی جب کہ حضرت مخدوم رشید کا روضہ بہت بلند باعظمت موجود ہے ان کے پہلو میں ان کے شیخ کی قبر کچی رہ گئی یہ کیسے ممکن ہے؟

۲۔ حضرت بابا صاحب کے والد اور دادا کھتیوال میں قاضی تھے جس کوٹھے والا کو کھتیوال کا نام دیا جا رہا وہ صرف شہر ملتان سے بمشکل دس بارہ میل کے فاصلہ پر ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ مرکزی شہر کو چھوڑ کر قریبی دیہات میں مسند قضا بچھا دی

گئی اتنے بڑے کامل اور عالم کو دیہات اور جنگل کا قاضی بنا دیا گیا تھا۔

۳۔ تمام پرانے شہر دریاؤں کی گذرگاہوں پر آباد کئے تھے کوٹھے والے کے قریب کون سا دریا بہتا تھا۔

۴۔ پرانے شہر قلعہ او نچے ٹیلوں پر آباد تھے یہ مذکورہ کوٹھے والا سڑک سے بھی تقریباً تین فٹ نیچے ہے۔

۵۔ پرانے شہروں کی عمارتیں چھوٹی پکی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی جو کہ آج تمام پرانے شہروں کی وہ زینت ہیں مذکور کوٹھے والا پر کوئی ایک بھی ویسی عمارت نہ ہے بلکہ ایک اینٹ ویسی گری پڑی ہوئی بھی نہیں۔

۶۔ حضور گنج شکر کے آبائی شہر کا نام کھتیوال ہے ملتان کے پڑوس میں اس وزن کا کوئی بھی شہر یا گاؤں نہیں ہے یہاں کے نام حافظ والا، جلال پور پیر والا، باجھی والا وغیرہ وغیرہ اصطلاح والا پائی جاتی ہے یہ نہ کہ وال کی اصطلاح یہ وال کی اصطلاح خانیوال اور اس سے آگے کے تمام شہروں میں پائی جاتی ہے محسن وال، ساہیوال، ماچھیوال، کسووال وغیرہ وغیرہ آپ خود فیصلہ فرمائیں اصطلاح وال ملتان کے مضافات میں جب ہے ہی نہیں تو کھتیوال کوٹھے والا کیسے بن گیا جو کہ بعید از قیاس ہے۔

۷۔ دفتر قانون گوئی کچہری ملتان سے اس کوٹھے والے کے تمام کاغذات فقیر نے نکلوائے تھے تو پوری صورت حال واضح ہو گئی جس میں تحریر تھا کہ اس مقام پر ایک عورت رہتی جس کا ایک کمرہ تھا جسے ملتانی بان میں کوٹھہ کہتے ہیں اس کے علاوہ کوہ دوسرا امکان نہ تھا۔

غالباً وہ عورت لا ولد تھی اس کا خاوند فوت ہو گیا تو اس نے اس کی قبر کو اپنے گھر کے قریب بنائی اسی قبر کے سہارے وہ زندگی کے دن پورے کرتی رہی اس کے کوٹھے کی وجہ سے کوٹھے والا مشہور ہو گیا۔

۸۔ راجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں زمینوں کو آباد کرنے کی کوشش کی گئی جس آدمی نے جتنی زمین قبضہ میں لے کر کنواں کھود دیا وہ زمین اس کی ملکیت کر دی گئی کسی جگہ پر ایک آدمی کنویں کا واحد مالک بنا اور بعض جگہوں کچھ بھائیوں نے مل کر اسے آباد کیا ملتان کا قریب جسے آپ آج لہلاتے باغات کھیتوں کی شکل میں مشاہدہ کر رہے ہیں ایسا نہ تھا بلکہ صرف دریا کے کنارے آبادی پائی جاتی تھی ہریالی کی طرف سے ویران تھی اس کوٹھے والا کی اراضی میں تین بھائی شریک ہوئے جنہوں نے کنواں کھدوایا اور وہ زمین ان تین بھائیوں کے نام الاٹ ہو گئی اس سے پہلے یہاں نہ کوئی شہر تھا نہ قصبہ نہ بستی صرف ایک کوٹھہ تھا اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

۹۔ ملتان کا صد سالہ گزیٹیئر اس کوٹھے والے کو کھتیوال بنانے کی پیچیدگی میں خاموش ہے اس کا اس کے اندر تذکرہ تک نہیں لیکن گزیٹیئر ساہیوال اس کھتیوال جسے آج دیوان چاولی مشائخ کہتے ہیں اس کا خوب تذکرہ کرتا ہے اور بابا صاحب کے والد گرامی کے مزار کہ نشاندہی بھی۔

۱۰۔ دیوان چاولی مشائخ المعروف قدیم کھتیوال کی وضاحت وہاں حضور گنج شکر والد اور دادا جان کے الگ مزارات

ہیں گنبد بنے ہوئے ہیں لیکن لوگوں کو اس کی تاریخی حیثیت کا علم نہیں گردونواح کے لوگ صرف اتنا کہتے ہیں کہ یہ دیوان صاحب کے استاد ہیں درحقیقت وہی تاریخی اور قدیمی مزارات ہیں نیز حضور گنج شکر کے بڑے بیٹے نصر الدین نصر اللہ کا مزار ہے نیز آپ کے خاندان کی نو دس قبور اور بھی ہیں چاریاری مسجد کنوان قدیمی یہ سب یادگار عمارتیں منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اس کوٹھے والے کے مجاوروں نے حضرت بابا صاحب کی والدہ کی قبر بھی سنا ہے تلاش کر لی جو کہ ساڑھے آٹھ سو سال سے گم تھی وہ تلاش بسیار کے بعد انہیں مل گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی سرے سے تدفین بھی نہیں ہوئی قبر کیسی یہ تو عقیدت مندوں کی آنکھ میں دھول ڈالنے کے مترادف ہے۔

۱۱۔ بابا گورونانک جو حضور گنج شکر کے بارہویں سجادہ نشین شیخ ابراہیم فرید ثانی کے مرید تھے اس کی مڑھی یعنی چلہ گاہ بھی موجود ہے جو اس کی قدامت پسندی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۱۲۔ شیخ المشائخ حضرت دیوان سید محمد چشتی سجادہ نشین دربار عالیہ پاک پتن شریف کے زمانہ سجادگی میں حیدر آباد دکن کے رؤسا چشت جو حضرت بابا صاحب کی اولاد میں سے تھے پاک پتن آئے انہوں نے حضرت دیوان صاحب سے عرض کیا کہ ہمیں کھتیوال پہنچایا جائے تا کہ ہم بابا صاحب کے والد اور دادا جان اور دیگر خاندان کے مزارات کی جاروب کشی کر سکیں تو حضرت دیوان صاحب نے بگھیوں کا انتظام کیا اور انہیں چاولی مشائخ پہنچایا گیا وہ لوگ مہینہ بھر قیام پذیر رہے تمام مزارات اور کنویں اور مسجد چاریاری والی کی مرمت کرائی اس سے ثابت ہوا سجادہ نشین پاکپتن شریف کی نظر میں کھتیوال چاولی مشائخ ہی ہے۔

۱۳۔ حضرت بابا صاحب جب ملتان سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہمراہ روانہ ہوئے تو تین منزل چلنے کے بعد آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قدم بوسی کی اجازت دی وہی تیسری منزل کھتیوال چاولی مشائخ ہی بنتی ہے۔

۱۴۔ اکثر سوال یہ ہوتا ہے کہ کتب قدیمی میں کھتیوال در نواح ملتان لکھا جاتا ہے کھتیوال چاولی مشائخ تو ملتان نہیں ہے حضور والا کیا صرف یہی پڑھا ہے یا کچھ اور بھی پرانے نسخے کشف المحجوب دیکھیں یا پرانی تاریخی کتب جس میں یہ لکھا پاؤ گے کہ "لاہور در نواح ملتان است" بلکہ یہ بھی ملے گا "دہلی در نواح ملتان است" ملتان کا حوالہ اس کی قدامت اور اس کی تاریخی حیثیت جو برصغیر میں رہی اس حوالے سے ہے نہ کہ مضافات کے حوالے سے۔

اس کوٹھے والے کی پرانی قدامت کی کوئی علامت بھی نہیں یہ صرف پیٹ پوجا کی من گھڑت اسی دور کی کہانی ہے عقیدت مندوں اور عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے سرکاری اور تاریخی حوالے سے اس کوٹھے والا کا وجود آج سے تقریباً دو سو سال سے ہے اس سے پہلے یہ جنگل بیابان تھا اس کو کسی تاریخی شہر سے کوئی نسبت نہیں۔ آنے والے مؤرخ اور

(باقی صفحہ ۴۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سمیہ رشید

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور بنات طیبات کو دنیا کی تمام عورتوں پر اسی طرح فوقیت حاصل ہے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات میں افضل واعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اپنی سیرت وکردار کو بھی اتنا معیاری، پاک اور اجلا بنا دیا تھا کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہ کسی بھی پہلو سے ازواج، بنات طیبات میں سے کسی پر انگلی اٹھا سکے۔

خواتین میں حضرت خدیجہ سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اس وجہ سے آپ کو اسلام کی خاتون اول ہونے کا شرف حاصل ہے۔

آپ قریشی النسل تھیں۔ آپ کی شرافت اور پاک دامنی کی بنا پر اسلام سے پہلے تمام مکہ والے ان کو "طاہرہ" کے لقب سے پکارا کرتے تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات اور جمال صورت وکمال سیرت کو دیکھ کر خود ہی آپ سے نکاح کی رغبت ظاہر کی۔ چنانچہ اشراف قریش کے مجمع میں نکاح ہوا یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت جان نثار اور وفا شعار زوجہ تھیں۔

فروغ واشاعت اسلام کے سلسلے میں سیدہ خدیجہ نے نہ صرف اپنا سارا مال ومتاع دہلیز مصطفیٰ پر قربان کیا بلکہ خود کو بھی اس امر عظیم کے لیے وقف کر دیا تھا۔ حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کا حصول اور آپ کی ہر خواہش وحکم کی تعمیل ہی آپ کا مقصد حیات تھا اور شب وروز یہی وظیفہ حیات بھی تھا حتیٰ کہ سارے تعلقات اور رشتے بھی اس در پر نثار کر دیے تھے یہی تعلق اور رشتہ سب تعلقات اور رشتوں پر فائق ہو گیا تھا اسی میں دنیا بھی تھی اور آخرت بھی اللہ کی رضا بھی تھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی بھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ ان کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محبوب ترین بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کرتے تھے کہ "خدا کی قسم! خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی زوجہ نہیں ملی۔ جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے۔ اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جس وقت کوئی شخص مجھے کوئی چیز دینے کے لیے تیار نہ تھا اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا مال اور سارا سامان دے دیا۔

حضرت خدیجہ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں بھی آتی ہیں چنانچہ حضور نے فرمایا کہ تمام دنیا کی عورتوں میں سب سے اچھی باکمال چار بیبیاں ہیں۔ ایک حضرت مریم دوسری حضرت آسیہ تیسری حضرت خدیجہ اور چوتھی حضرت فاطمہ خوشی دکھی کے حالات میں سیدہ حضرت خدیجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ رہیں مصائب وآلام کی

کٹھن ساعتوں میں نہ صرف خود ثابت قدم رہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی بھی کرتی رہیں ۷ ہجری کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کیا تو حضرت خدیجہ بھی ساتھ تھیں پورے تین برس تک یہ مصائب و آلام آپ کی معیت میں جھیلتی رہیں کچھ عرصہ بیمار رہیں جناب رسالت مآب نے علاج و معالجہ میں کسر نہ چھوڑی بالآخر ۱۰ نبوی ۱۱ رمضان المبارک کو روح جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔ بوقت وصال آپ کی عمر ۶۵ پینسٹھ سال کی تھی اس سال کا نام عام الحزن رکھا گیا یعنی غم کا سال اسی برس حضرت ابو طالب کا بھی وصال ہوا۔

(**بقیہ صفحہ** ۴۲) عقیدت مندوں کے لئے ثبوت کے طور پر کچھ حقائق تحریر کر دیے ہیں تاکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے۔

۱۵۔ ہمارے خاندان کو ملتان کے قرب و جوار میں آئے تقریباً پانچ پشتیں گذری ہیں ہمارے آباؤ اجداد میں سے کسی نے اس کوٹھے والا کا کوئی تذکرہ نہیں کیا بلکہ دیوان چاولی مشائخ کا ہی تذکرہ کرتے چلے آئے ہیں۔

اس فقیر نے اس دور کے محقق اور مؤرخ جناب علامہ اسد نظامی کے ذمہ لگایا کہ تحقیق کریں کہ موجودہ قبر کس کی ہے تو انہوں نے اپنی تحقیق کے بعد آ کر فقیر کو بتلایا کہ اس بستی میں حافظ جمال الدین رہتے تھے جو کہ قوم کے سرا تھے خانقاہ عیدیہ ملتان کے مرید تھے یہ قبر اس کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(**باقی صفحہ** ۱۱) ترجمہ: مرنے والا قبر میں ڈوبنے والے کی مانند ہے۔ وہ دعا کا منتظر ہوتا ہے اپنے ماں باپ، بھائی اور دوستوں کی طرف سے۔ قل خوانی یا قرآن خوانی کا مطلب یہی ہے کہ مرنے والے کی روح کو قل شریف یا قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا جائے۔ عموماً تیسرے دن ہونے کی وجہ سے اسے سوئم یا تیجہ بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

سوال: مفتی صاحب! آج کل کچھ لوگ مسلمانوں کو قتل کر کے مجاہد بن رہے ہیں صحیح ہے؟

جواب: اسلام میں جہاد کا بڑا درجہ ہے لیکن جہاد ایک امیر کی قیادت میں کفار سے کیا جاتا ہے اپنے مسلمان بھائیوں کو قتل کرنا جہاد نہیں ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۹۔ علم تصوف کے حوالے سے مشائخ چشت کے معمولات، روز و شب ان کے مجاہدات و ریاضتیں، کشف و مراقبہ اور بالخصوص عشق الٰہی کا جذبہ اور خدمت شیخ یہ ایسے موضوعات ہیں جو تواتر کے ساتھ اکابر مشائخ چشت سے روایت کیے جاتے ہیں اور ملفوظات مشائخ میں بھی مذکور ہیں۔ "فوائد الفواد" وہ جامع کتاب ہے جس میں مشائخ چشت کے انداز تبلیغ اور نظریات اور افکار و تعلیمات کا ذکر خیر موجود ہے یوں چشتی صوفیانہ طریق کی یہ مستند دستاویز ہے اور اس سلسلہ کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔